نظامِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

میں

جہیز کا تصوّر

مُصنّف

صلاح الدین سعیدی

قادری رضوی کُتب خانہ۔ گنج بخش روڈ۔ لاہور

بسم الله الرحمن الرحيم

الصلوٰۃ والسلام علیک یا سیدی یا رسول اللہ

وعلیٰ اٰلک واصحابک یا سیدی یا حبیب اللہ

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

مولای صل وسلم دائما ابدا
علیٰ حبیبک خیر الخلق کلہم

ھو الحبیب الذی ترجیٰ شفاعتہ
لکل ھول من الاھوال مقتحم

محمد سید الکونین والثقلین
والفریقین من عرب ومن عجم

فان من جودک الدنیا وضرتہا
ومن علومک علم اللوح والقلم

مُصنّف

صلاح الدین سعیدی

قادری رضوی کُتب خانہ ۔ گنج بخش روڈ ۔ لاہور
Phone
0333-4383766
042-7213575

نام کتاب : نظام مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں جہیز کا تصور

مصنف : صلاح الدین سعیدی

(ڈائریکٹر تاریخ اسلام فاؤنڈیشن لاہور)

پروف ریڈنگ : صلاح الدین سعیدی

صفحات : -/128

تاریخ اشاعت : ربیع الاول ۱۴۲۹ھ/مارچ ۲۰۰۸ء

تحریک : چوہدری محمد ممتاز احمد قادری

رہنمائی

عرضِ ناشر

محترم قارئین قادری رضوی کتب خانہ نے مختصر وقت میں آپ کا جو اعتماد حاصل کیا ہے اس میں اللہ تبارک وتعالیٰ کا خاص فضل وکرم، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نگاہِ کرم، بزرگانِ دین کا فیض اور والدین کی پُرخلوص دعائیں شامل ہیں۔

قادری رضوی کتب خانہ نے اول روز سے یہ بات پیشِ نظر رکھی ہے کہ قارئین کو عمدہ اور صالح لٹریچر مہیا کیا جائے اور تاجرانہ اغراض سے بالاتر ہو کر قوم کے نونہالوں کے مستقبل کو تابناک بنانے کے لئے اپنی تمام تر صلاحیتیں بروئے کار لائی جائیں۔

آج اشاعت کتب ایک ''مشن'' سے زیادہ ''پروفیشن'' بن گیا ہے اور مہنگائی کے عفریت نے کچھ اس انداز سے منہ کھولا ہے کہ بڑے بڑے دین دار اور محبّ ملک وملت لوگ بھی دولتِ دنیا کو ہی سب کچھ گردانے لگے ہیں تبلیغ دین اور خدمت خلق کے مستحسن جذبے سرد پڑتے جا رہے ہیں اور ان کی جگہ جلب زر اور مفاد پرستی نے لے لی ہے۔ لیکن الحمد للہ آج بھی تمام تر چیلنجز کے باوجود قادری کتب خانہ اعلیٰ معیار کی کتب جس قدر کم قیمت میں فراہم کر رہا ہے یہ صرف مالک ومولا کا کرم ہے یا آپ کرم فرماؤں کی دعاؤں کا حاصل۔

آج جو کتاب آپ کے ہاتھ میں ہے یہ تاریخ اسلام فاؤنڈیشن لاہور کے ڈائریکٹر معروف شاعر وصحافی جناب صلاح الدین سعیدیؔ کی کاوش ہے اور اپنے موضوع پر اردو میں پہلی کتاب ہے اور موضوع کی حساسیت کی مناسبت سے بڑے ہی دردمندانہ اسلوب میں پیش کی گئی ہے۔

صلاح الدین سعیدیؔ کے نام سے ہمارے قارئین پوری طرح واقف ہیں۔ اس سے پہلے ہم موصوف کی کتاب ''انتخاب حدائق بخشش'' اور ''رسائل میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم'' شائع کر چکے ہیں۔ جنہوں نے ریکارڈ مقبولیت حاصل کی ہے۔ اس کے علاوہ آپ کے تحقیقی شہہ پارے اور خوبصورت منظومات ملک بھر کے معیاری دینی اور ادبی رسائل واخبارات میں برابر شائع ہو کر داد تحسین پاتے ہیں۔ امید ہے آپ ''نظام مصطفےٰ میں جہیز کا تصور'' پڑھ کر ضرور محظوظ ہوں گے اور مصنف و ناشر دونوں کو اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں گے۔

مخلص : چوہدری عبدالمجید قادری رضوی

قادری رضوی کتب خانہ، گنج بخش روڈ، لاہور

جہیز ایک منفی تقاضا

صلاح الدین سعیدی

نظامِ مصطفٰے میں جہیز کا کوئی تصور نہیں کیونکہ نظامِ مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم ایک فطری نظامِ حیات ہے اور جہیز ایک غیر فطری عمل ہے لیکن ہمارے معاشرے میں لڑکی والا چاہے جس قدر مفلس و قلاش ہو، اس کے بچے بھوکے ہوں، شدید بدحالی میں مبتلا ہو۔ صدقہ، زکوٰۃ، خیرات کا مستحق بن چکا ہو۔ اس کو بہرحال جہیز دینا پڑتا ہے۔ چاہے رشوت لے، چوری کرے، ڈاکہ ڈالے، کسی کے بچے کو اغوا کر کے رقم کا مطالبہ کر دے۔ ضمیر کا سودا کرے یا غیرت کا نیلام عام کرے۔ حتیٰ کہ کوئی بھی بڑے سے بڑا جرم کرنا پڑے، کر گزرے۔

مساجد میں اکثر آپ یہ فریادیں سنتے ہیں ''بھائیو! میں نے بچیوں کا نکاح کرنا ہے۔ شدید پریشان ہوں، خدا کے لئے مجھے صدقہ، زکوٰۃ، خیرات دو''۔

تنخواہ دار ملازم اپنی تنخواہ سے بہن، بیٹی کا نکاح نہیں کر سکتا۔ اس لیے رشوت لینا ملازم کی مجبوری بنا دی ہے۔ یا تو رشوت لے کر بہن بیٹی کا نکاح کر دے یا رشوت سے بچ کر بہن بیٹی کو گھر میں بٹھا کر بے غیرت بنا رہے اور زنا کے خطرات مول لے۔ اس جہیز کی غلاظتیں اور نجاستیں اس قدر طویل ہیں کہ شاید کوئی بھی حساس انسان ان کو کما حقہٗ

بیان نہ کر پائے۔ یہ باتیں ڈھکی چھپی ہیں نہیں۔ یہ واقعات تو ہمیں جھنجھوڑ جھنجھوڑ کر بار بار جہیز کے خلاف جہاد کے لئے اکسا رہے ہیں۔ لیکن شاید ہم بالکل ہی بے حس اور بے غیرت بن چکے ہیں اور اس قدر بے ضمیر ہو چکے ہیں کہ اپنے ذمے لاکھوں کروڑوں رشوتیں، چوریاں، ڈاکے، زنا، جھوٹ، دغابازیاں، قتل، خودکشیاں، اغوا نہ جانے کیا کیا قبول کرنے کو تیار ہو چکے ہیں۔

اس ''رسمِ جہیز'' کی وجہ سے جرائم کی تعداد اس قدر زیادہ ہے کہ اس کے اپنانے والے ذلیل وخوار ہو کے رہ گئے اور اسی کی بنیاد پر کبیرہ گناہوں کے مرتکب ہوتے چلے گئے۔

اسلام جیسے امن وسلامتی والے مذہب میں تو جہیز جیسی قباحت کا نام ونشان تک نہیں بلکہ یہ بات تو اس دین کے فطری اور برحق ہونے کا ثبوت ہے کہ اسلام کی رو سے لڑکی والوں کے ذمہ ایک پائی تک کا بوجھ نہیں۔ مختصر یوں سمجھئے کہ لڑکی کی کفالت نکاح کے وقت تک اپنے حالات وسائل کے مطابق ماں باپ کے ذمہ اور نکاح کے بعد تمام تر ذمہ داری خاوند کے ذمہ۔ کیسا ستھرا، پیارا اور فطری نظام ہے۔ اسلام جیسے پیارے دین میں اسی کو کافی ووافی شمار کیا گیا کہ کوئی شخص کئی سال تک محنت ومشقت کر کے اپنی لختِ جگر کو پال پوس کر، حتیٰ المقدور اس کی تربیت کر کے، اپنی اس عزت کو بغیر کسی معاوضے کے کسی کے سپرد کر دے بلکہ لڑکی والوں کا یہ احسان عظیم شمار کیا گیا کہ انہوں نے یہ قربانی دی۔ لہٰذا اسی

قربانی کی وجہ سے حدیث پاک میں سسر کے مقام کو باپ کا مقام فرما دیا گیا۔ برخلاف اس کے ہم نے ہندو معاشرے سے یہ لعنت وصول کی کہ لڑکی کے ساتھ ساتھ جہیز بھی ادا کیا جائے اور بہت بڑی برات لے کر لڑکی والوں کے گھر جایا جائے تاکہ وہ اس جرم کی سزا پا سکے کہ اس نے لڑکی کو کیوں جنم دیا۔

دولہا اس بارے میں قطعاً معلوم کرنے کی کوشش نہیں کرے گا کہ یہ ''جہیز'' کس طرح سے اکٹھا کیا گیا ہے اور نہ ہی براتی یہ سوچنے کی زحمت فرمائیں گے کہ یہ گوشت جو ہم کھا رہے ہیں یہ جانوروں کا گوشت ہے یا زندہ انسانوں کا گوشت ہے یا صدقہ زکوٰۃ و خیرات کا مال ہے۔ کیونکہ یہ بات تو واضح ہے کہ لڑکی والا اگر ملازم ہے تو رشوت سے پورا کرنے پر مجبور ہے یا صدقہ، زکوٰۃ و خیرات سے۔ خدا کے لئے سوچئے ہم کہاں پہنچ چکے ہیں۔

حضرت سیدہ ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نکاح ہوا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جو کہ ایک بہت بڑے تاجر ہیں۔ اپنی بیٹی کو اپنے محبوب آقا کے حوالے کرتے ہوئے فخر محسوس کرتے ہیں لیکن ایک سوئی تک جہیز میں ثابت نہیں۔

اب اسی نکاح کے ولیمہ کے بارے میں بھی نوٹ کر لیجئے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں ''میری رخصتی و عروسی کے ولیمہ میں نہ کوئی اونٹ ذبح کیا گیا نہ بھیڑ بکری۔ ولیمہ کی کل کائنات

دودھ کا وہ پیالہ تھا جو سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے گھر سے آیا تھا''۔

مخدومہ کائنات حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نکاح ہوا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی زرہ فروخت کروا کر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لئے کپڑوں اور خوشبو کا انتظام کروایا اور اسی رقم میں سے ''اثاث البیت'' (گھر کا سامان) مہیا کیا گیا۔

دوسرے داماد حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ جن کے نکاح میں یکے بعد دیگرے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دو بیٹیاں گئیں۔ تمام اخراجات کا داماد کو ہی ذمہ دار ٹھہرایا گیا تا کہ قیامت تک کسی بچی والے کیلئے بھی بچی کا وجود ''زحمت'' نہ بن سکے۔ بلکہ اسے ''رحمت'' قرار دیا گیا۔ حضور رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیسی مثال قائم فرما دی کہ اپنے پاس سے ایک پیسہ تک بھی خرچ نہیں کیا اور نہ ہی اس سلسلہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہ سے چندہ اکٹھا کروایا گیا۔ جیسا کہ آج کل چندہ اکٹھا ہوتا ہے۔

کتنے افسوس کی بات ہے کہ بچی کا وجود ہمارے لئے باعثِ پریشانی وغم ہے بلکہ ہم بچی کی پیدائش کی خبر سن کر پریشان وغمزدہ ہو جاتے حالانکہ یہ کفار کی علامت ہے۔

یہ سب کچھ کیوں ہوا؟ آخر کس بات نے ہمیں عملاً کافر بننے پر مجبور کر دیا؟ ہم نے اللہ کی کتاب کو اپنی بچیوں کے لئے نامناسب سمجھ کر ہندو ''جہیز'' اپنا لیا۔ افسوس صد افسوس! ہماری بدبختی و بدنصیبی پر کہ ہم نے

''اسوۂ حسنہ'' کو چھوڑ کر ہندو نظام قبول کرنے کی حماقت کی اور لڑکی کے زیادہ خیر خواہ بننے کے شوق میں غیر اسلامی نظام قبول کر کے اپنے لئے بھی اور تمام معاشرے کے لئے بھی تباہی و بربادی کا سامان پیدا کر دیا۔

جہیز نہ صرف انفرادی طور پر قاتل ثابت ہو رہا ہے بلکہ پورے معاشرے کے لئے انتہائی خطرناک ثابت ہو چکا ہے یہاں تک کہ اس گندے نظام کا بانی ''ہندو'' اور اس کے پیروکار بھی اس '' جہیز'' کو علی الاعلان بار بار لعنت کہنے پر مجبور ہو گئے ہیں۔

اس جہیز کو پورا کرنے کے لئے تمام اہل خانہ کو کیا کیا پاپڑ بیلنے پڑتے ہیں۔عوام الناس اِس سے خوب واقف ہیں۔ وہ سنگین اور مہلک نتائج جو اس لعنت کی وجہ سے ہم سب کو محاصرے میں لے چکے ہیں ان کی فہرست بہت طویل ہے۔

ضمیر فروشی، بے غیرتی، رشوت، سفارش، سود، زنا، قتل، خودکشی، چوری، ڈاکہ، اغوا، جھوٹ، دغا بازی، بلیک مارکیٹنگ، ذخیرہ اندوزی اور ملاوٹ کے فروغ کا سبب بن گئی۔ جہیز کا اسلام میں کوئی وجود نہیں۔ نہ قرآن میں اس کا ذکر ہے نہ حدیث میں نہ فقہ میں۔ مسلمانوں میں یہ رسم ان قوموں سے آئی ہے۔ جن میں بیٹی کو ورثہ نہیں دیا جاتا۔ جن بدبختوں کی وجہ سے نکاح کا فریضہ ایک ''مسئلہ'' بن گیا ہے۔ ان میں سب سے بڑا حصہ اسی رسمِ جہیز کا ہے۔

آیئے اپنے حالات ووسائل کے مطابق اللہ عزوجل کی توفیق اور فضل وکرم سے ہم اس سلسلے میں کوشش کریں کہ اس رسمکی قولاً فعلاً مکمل نفی کر کے اسلام کے "نظام وراثت" کو رواج دیا جائے تا کہ ہم سب دونوں جہان کی کامیابیوں و کامرانیوں سے ہمکنار ہوسکیں۔ لاکھوں کنواری بوڑھیوں کی تعداد میں اضافہ رُک جائے اور ہماری بہن بیٹیوں کے نکاح وقت پر ہوسکیں اور لاکھوں انسان جو اسی رسمِ بد کی وجہ سے بچیوں کے نکاح کے بارے میں ہر وقت غمزدہ و پریشان رہتے ہیں۔ وہ سکھ کا سانس لے سکیں۔ بچی پیدا ہونے پر اہلِ خانہ ماتم زدہ نہ ہوں۔ بلکہ اللہ کی رحمت سمجھ کر بچی کی پیدائش کو بھی مبارک ہی خیال کریں۔ کوئی ملازم رشوت لینے پر مجبور نہ ہو۔ ہزاروں لوگ اسی بنا پر بھیک مانگنے کی لعنت سے محفوظ ہو جائیں۔ چولھا پھٹنے کے بہانے معصوم لڑکیوں کے قتل وخودکشی کے واقعات از خود ختم ہو جائیں۔ مجبور لوگ سودی قرضوں سے بچ جائیں۔ زنا کے مواقع خود بخود ختم ہونے لگیں۔ چوری اور ڈاکہ لوگوں کی مجبوری نہ رہے۔ دوکانداروں، تاجروں کو کم تولنے، ملاوٹ کرنے، ذخیرہ اندوزی وغیرہ سے بچنا آسان ہو جائے۔ اغوا برائے تاوان کو وارداتیں کم ہوں۔ انسان درندہ بننے پر مجبور نہ ہو جائے۔

اگر بغور جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوگا کہ متحدہ ہندوستان میں مسلمانوں کی بدحالی وپستی کی سب سے بڑی وجہ یہی جہیز کی لعنت تھی کہ

اس کو پورا کرنے کی خاطر مجبور ہو کر مسلمانوں کی اکثریت ہندو بنئے سے سودی قرضہ لینے پر مجبور ہو جاتی تھی۔

یاد رکھئے! کوئی انسان پیدائشی مجرم نہیں ہوتا۔ اس کا ماحول، اس کا معاشرہ، اس کی مجبوریاں، اس کو خواستہ یا نخواستہ مجرم بنا دیتی ہیں۔ اور جہیز کی مجبوری تو ایسی مجبوری ہے کہ یہاں آکر ہر ایک کے عقل و ہوش جواب دے جاتے ہیں۔ مذہبی لوگوں کا مذہب ایک بے جان لاشہ رہ جاتا ہے۔ روح مردہ ہو جاتی ہے۔ کئی سفید پوش لوگ اس سلسلے میں سوچ سوچ کر نیم پاگل ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ ان کے پاس اس لعنت کو پورا کرنے کے لئے وسائل نہیں ہوتے۔ خیرات بھی نہیں مانگ سکتے۔ بیٹی کی عمر ڈھل جاتی ہے کچھ سمجھ میں نہیں آتا کیا کرے اور کیا نہ کرے۔ بیٹی کے بالوں کی سفیدی اس کے دل کی سیاہی کا سبب بننے لگتی ہے۔ آخرکار معاشرے کے کئی بہترین لوگ اسی معاشرے کے بدترین مجرم بن جاتے ہیں۔ جس شخص کا ذہن ہر وقت پراگندہ و پریشان رہے۔ وہ اپنے کسی بھی کام کو صحیح طور پر سرانجام نہیں دے سکتا۔ چاہے وہ کسی بھی عہدے یا سیٹ پر ہو۔ لہٰذا اس منفی تقاضے کی موجودگی میں کسی بھی ملازم سے بہتر کارکردگی کی توقع رکھنا احمقانہ فعل ہے۔ اور اس سے ایمانداری کی امید کرنا خود فریبی کے سوا کچھ نہیں۔ عقلمندی کا تقاضا یہ ہے کہ اگر ہم فی الواقع خلوصِ نیت سے کسی برائی کو ختم کرنے کے حق میں ہیں تو اس کے لئے لازمی

اصول یہ ہے کہ اس کے اسباب کو ختم کر دیں۔ اگر ایسا نہیں کرتے تو ہم بہت بڑے احمق شمار ہوں گے کیونکہ اس حل کے علاوہ ہم جو کچھ بھی کر لیں۔ بالکل بے کار ہے۔

''رسمِ جہیز'' کی موجودگی میں کسی بھی ملازم سے رشوت نہ لینے کی امید رکھنا سراسر خود فریبی ہے کیونکہ اس کی موجودگی میں رشوت اور بے ایمانی اس کے لئے لازمی اور فرض بن چکی ہے ایماندار رہنے کی صورت میں تو اُسے بے غیرت بننا پڑے گا۔ کیونکہ اس کی بہن، بیٹی اس کے گھر بیٹھے بیٹھے کنواری بوڑھیوں کی تعداد میں اضافے کا سبب بن جائے گی۔

نہ جانے کتنے بے گناہ اس گندی، ظالمانہ ''رسمِ جہیز'' کی وجہ سے اپنے دن کا سکون اور رات کی نیندیں کھو چکے ہیں۔ جہیز نے کتنے ایمانداروں کو بے ایمان بنا کر رکھ دیا ہے۔ کتنے ملازم نہ چاہتے ہوئے بھی بلکہ حرام سمجھنے کے باوجود بھی رشوت لینے پر مجبور ہیں۔ سودی قرضہ، زنا، سمگلنگ، کم تولنا، دغابازی، قتل و غارت، ڈاکے، سیاسی وفاداری تبدیل کرنا ضمیر فروشی، بے غیرتی اور اغوا وغیرہ وغیرہ اَن گنت جرائم اس بدترین نظام سے جنم لے رہے ہیں۔

سفید پوش لوگ اسی پریشانی میں دماغی توازن کھو بیٹھے۔ بعضوں کو دل کے دورے پڑنے لگے۔ لڑکیاں وقت پر شادی نہ ہونے کی وجہ سے طبعی تقاضے سے مجبور ہو کر کسی نہ کسی وقت زنا کا ارتکاب کر بیٹھیں۔ نتیجتاً

حمل ٹھہرنے کی صورت میں یا تو اس نے ”خودکشی“ کرلی یا اُسے قتل کر دیا گیا۔ چولھا پھٹنے کا بہانہ بنا کر حادثاتی موت ثابت کرنے کی کوشش کی گئی۔

زیادہ افسوس اور شکایت تو علماء حضرات سے ہے جو کہ محسنِ انسانیت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نائب شمار ہوتے ہیں۔ رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو انسانوں کے سروں سے بوجھ اور گردنوں سے طوق اُتارتے رہے اور ان کے نائب (الا ماشاء اللہ) انسانوں کے سروں پر بوجھ اور گردنوں میں طوق قائم رکھنے پر مجبور ہیں۔ اس ”رسمِ جہیز“ کے نتیجہ میں انسانیت پس رہی ہے۔ لوگ اَن دیکھی آگ میں رات دن جل رہے ہیں۔ اب تو لوگ اس منفی تقاضے کو پورا کرنے کی خاطر اپنے گردے تک بیچنے پر مجبور ہو چکے ہیں۔ اس کی بنیاد پر عصمتوں کے سودے بھی ہو رہے ہیں۔ جہیز کی غلاظتیں اور ناپاکیاں اَن گنت اور ناقابلِ بیان ہیں۔

نہ جانے کتنے مجرم روزِ محشر ہمارا گریبان پکڑیں گے اور انصاف والے دن احکم الحاکمین کی عدالت میں ہمارے خلاف دعوے دائر کریں گے کہ یا اللہ اس بات سے انکار نہیں کہ ہم مجرم ہیں لیکن اصل مجرم تو یہ دین کے دعویدار اور سرمایہ دار لوگ ہیں۔ جنہوں نے جہیز کی نفی نہیں کی۔ جس کی وجہ سے ہم مجرم بننے پر مجبور ہوئے۔

لوگو چلن جو آج ہمارے یہاں کا ہے
سنت نہیں سراسر بدعت ہے یہ جہیز

جو کچھ مہیا ہے وہی دے دیں تو خیر ہے
قرضہ اُٹھا کے دیں تو ذلالت ہے یہ جہیز

بہرِ امیر وجہ رعونت ہے یہ جہیز
بہرِ غریب باعثِ خفت ہے یہ جہیز

روٹی بھی دونوں وقت میسر نہیں جنہیں
ان کے لئے تو صغرا قیامت ہے یہ جہیز

جس کے لئے شریف بھی بن جائیں لٹیرے
بتلاؤ تو کہاں کی شرافت ہے یہ جہیز

اہلِ نظر! سامانِ تعیش عذاب ہے
گر مجھ سے پوچھتے ہو حقیقت، ہے یہ جہیز

ایمان اور یقین کی دولت عطا کرو
اس کو سکھاؤ علم شریعت ہے یہ جہیز

گو روکھی سوکھی کھالے ایمان کو بچالے
لڑکی کا ہو شعار کفایت ہے یہ جہیز

شرم و حیا کی دولتیں جھولی میں ڈال کر
دو فاطمہ کا درس اطاعت ہے یہ جہیز

عصمت کی ایک قبا ہو عفت کی اک ردا
اس سے بڑھاؤ بیٹی کی زینت ہے یہ جہیز

تربیت محمدی بیٹی کو دے دی جائے
وہ کر دے ہر میدان میں ثابت ہے یہ جہیز

سچائی سے وہ گھر کو بہشت بریں بنائے
دو اس کو درسِ جذبِ صداقت ہے یہ جہیز

شوہر کو دے نہ موقع شکایت کا وہ کبھی
اس کو سکھاؤ شیوۂ خدمت ہے یہ جہیز

گر مصطفےٰ کے طور طریقے سے ہے الگ
کہتا ہے یہ سعیدی لعنت ہے یہ جہیز

اٹھیے اور اس زہریلی رسم کے خلاف اپنے حصہ کا تریاق مہیا کیجئے آپ معاشرے میں جس مقام پر بھی ہیں اس کے مطابق اپنا کردار ادا کیجئے تا کہ قیامت کے دن اللہ رب العزت کی بارگاہ میں سرخرو ہوسکیں۔

❀❀❀

سنتِ مصطفیٰ یا لعنتِ خدا......؟

مقالہ نگار: صوفی باصفا یادگار اسلاف حضرت علامہ مفتی علی احمد سندھیلوی

سابق شیخ الحدیث منہاج القرآن یونیورسٹی

(۱) وہ نکاح بابرکت ہے جس میں بوجھ و مشقت کم ہو یعنی نہ جہیز دینا پڑے نہ مہر زیادہ ہو۔

(۲) کسی عورت سے اس کا مال ہضم کرنے کیلئے شادی کرنے والا مرد کمینہ و بے غیرت ہے۔

(۳) جو والدین اپنی بچی کا نکاح جہیز کا تقاضا کرنے والے سے کرتے ہیں وہ ظالم ہیں اور اپنی بچی کو ایسی آگ میں پھینک رہے ہیں جس میں وہ ہمیشہ جلتی رہے گی۔

(۴) بہترین جہیز اپنی بچی کو دینی تعلیم دینا ہے۔

(۵) لڑکی کو جہیز دے کر وراثت سے محروم کرنا ظلم عظیم اور حکم خداوندی کی خلاف ورزی ہے۔

جہیز کی رسم اتنی ضروری اور عام ہوگئی ہے کہ لوگ جہیز کے بغیر شادی کو مکمل ہی نہیں سمجھتے۔ یہ ایک معاشرتی برائی بن گئی ہے جس کی وجہ سے لوگ معاشی طور پر بہت زیر بار ہو جاتے ہیں۔ قرض لیتے ہیں جائیداد رہن رکھتے ہیں اور عمر بھر قرض اور معاشی پریشانی کے چکر میں

پھنسے رہتے ہیں یہی سبب ہے کہ پاک و ہند کے بہت سے علاقوں میں لڑکی کی پیدائش کو ایک مصیبت اور بار سمجھا جاتا ہے اور اکثر اس پر رنج و افسوس کرتے ہیں۔ جہیز دینے کی رسم محض روایات پر مبنی ہے اور یہ اس لئے بہت بُری اور نقصان رساں بن گئی ہے کہ اس کو شادی کا سب سے اہم حصہ اور خاندان کی عزت کا مسئلہ سمجھا جاتا ہے۔ چنانچہ لوگ محض مصنوعی عزت کے لئے اپنی حیثیت سے بھی زیادہ جہیز دیتے ہیں اور اس کی وجہ سے مستقل طور پر معاشی مشکلات میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔

بعض لوگوں کا یہ خیال ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو جہیز دیا تھا۔ لہٰذا جہیز دینا سنت ہے لیکن یہ خیال بالکل غلط ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سرپرست تھے اور شادی کے بعد ان کا الگ گھر بسانے کے لئے چند نہایت ضروری چیزیں اس رقم سے منگوا دیں جو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حق مہر کے طور پر دی تھی۔ ورنہ اگر جہیز دینا مقصود ہوتا تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام دوسری بیٹیوں کو بھی جہیز دیتے اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ کی دوسری بیٹیاں جن گھروں میں بیاہی گئیں وہاں گھریلو ضرورت کا سامان پہلے سے ہی موجود تھا۔ اس لئے کسی قسم کے سامان کی تیاری کی ضرورت نہ سمجھی گئی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا پہلے سے اپنا کوئی گھر موجود نہ تھا اور روایات میں ہے کہ ایک صحابی حضرت

حارث انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنا ایک مکان انہیں پیش کیا۔ جس کے لئے بہرحال تھوڑے بہت گھریلو سامان کی ضرورت تھی جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مہر کی رقم سے تیار کروایا جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شادی سے پہلے ادا کی تھی۔ نہ تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دوسری بیٹیوں کو جہیز دیا اور نہ امہات المومنین جہیز لائیں اگر جہیز دینا سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوتا تو صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین بھی اپنی بیٹیوں کو جہیز دیتے لیکن اس کی کوئی مثال نہیں ملتی۔ حالانکہ صحابہ کرام کو سنت نبوی پر عمل کرنا سب سے زیادہ محبوب و مطلوب تھا۔

اہل سنت اور اہل تشیع کی متفقہ روایات سے ثابت ہے کہ حضور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے جہیز کا سامان مہر کی رقم سے تیار کیا گیا تھا۔

اہلِ سنت کی مشہور کتاب شرح زرقانی میں مستقل عنوان ''ذکر تزویج علی بفاطمۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہما'' قائم کیا گیا ہے اور اس کے تحت مذکورہ جہیز کی تفصیل یوں بیان کی گئی ہے۔

حتی اتیت النبی صلی اللہ علیه و آله وسلم فقلت: تزوجنی فاطمة قال اعندك شئی؟ فقلت فرسی و درعی۔ قال اما فرسك فلا عبدلك منها و اما درعك فبعها۔ فبعتها من عثمان بن عفان باربع مائة وثمانین درهما۔ ثم ان عثمان ردالدرع الی علی فجاء بالدرع و الدراهم الی المصطفیٰ صلی

الله عليه و آلهٖ وسلم فدعا لعثمان بدعوان كما في رواية فجئته بها فوضعتها في حجره فقبض منها قبضة فقال اى بلال ابتع بها لنا طيبا وفي رواية ابن ابى خيثمه عن على امر صلى الله عليه وآلهٖ وسلم ان تجعل ثلث الاربعة مائة وثمانين في الطيب۔ وامرهم ان يجهزوه فجعل لها سرير مشروط ووسادة من ادم حشوها ليف ہ

(شرح زرقانی علی مواہب اللدنیہ مطبوعہ مطبع بیروت 393 جلد دوم ص 403، سیرت رسول عربی مولانا نور بخش توکلی، ص 419)

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہاں تک کہ میں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ کیا آپ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو مجھ سے بیاہنا پسند فرمائیں گے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ تیرے پاس کچھ مال ہے۔ میں نے عرض کیا کہ میرا گھوڑا ہے یا زرہ۔ فرمایا گھوڑے کی تجھے ضرورت رہے گی لیکن زرہ فروخت کر دو چنانچہ میں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ اسے 480 دینار میں فروخت کر دیا۔ اس کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے وہ زرہ بھی تحفۃً واپس کر دی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ زرہ اور اس کی قیمت لے کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں دوبارہ پیش ہوئے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے حق

میں دعا فرمائی جیسا کہ روایت میں ہے۔ پھر میں نے وہ رقم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پیش کی جو آپ نے اپنی گود میں رکھ لی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس میں سے ایک مٹھی بھر کر فرمایا کہ بلال اس رقم کی خوشبو خرید کر ہمارے پاس لاؤ۔ ابن خیثمہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی زبان سے جو روایت بیان کی اس کے الفاظ یوں ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ ان چار سو اسی درہم کی ایک تہائی یعنی ایک سو ساٹھ درہم کی خوشبو خریدی جائے پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے لوگوں کو فرمایا کہ وہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا سامان تیار کریں چنانچہ ان کے لئے ایک بُنی ہوئی چارپائی اور ایک چرخی تکیہ جس میں کھجور کی چھال بھری تھی تیار کئے گئے۔

(شرح زرقانی علی مواہب اللدنیہ مطبوعہ بیروت 1393، مطبع مصر 1325، جلد 2، ص 473)

خطیب قرآن میں جہیز کی تفصیل درج ذیل ہے۔

(۱) تخت خواب ایک عدد۔

(۲) چمڑے کی توشک جس میں کھجور کے پتے بھرے تھے۔ ایک میں اون۔

(۳) پانی بھرنے کی چھاگل ایک عدد۔

(۴) مشک ایک عدد۔

(۵) چکی ایک عدد۔

(۶) کوزۂ گلی دو عدد۔

(۷) گھڑا ایک عدد۔

(۸) لوٹا ایک عدد۔

(۹) گرم چادر ایک عدد۔

(۱۰) لکڑی کا پیالہ ایک عدد۔

(خطیب قرآن نبی آخر الزمان، ص 275-276 مصنفہ سید مرتضٰی حسین فاضل لکھنوی)

اہل تشیع کی مشہور و معروف کتاب ''جلا العیون اردو'' جلد اول ص 173، 174 میں تفصیل ''شادی جناب فاطمہ'' کے عنوان کے تحت لکھا ہے۔ ''جناب امیر نے فرمایا۔ حضرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے ارشاد کیا۔ اے علی اُٹھو اور اپنی زرہ بیچ ڈالو۔ یہ سن کر میں گیا اور زرہ فروخت کر کے اس کی قیمت حضرت کی خدمت میں لایا اور روپے حضرت کے دامن میں رکھ دیئے۔ حضرت نے مجھ سے نہ پوچھا کتنے روپے ہیں۔ اور میں نے بھی کچھ نہ کہا۔ بعد اس کے ان میں سے ایک مٹھی روپیہ لیا اور بلال کو بلا کر دیا اور فرمایا۔ فاطمہ کے لئے عطر و خوشبو لے آؤ۔ پھر ان میں سے دو مٹھیاں ابوبکر کو دیں کہ بازار میں جا اور کپڑا وغیرہ جو کچھ ''اثاث البیت'' درکار ہے لے آ۔ پھر عمار بن یاسر کو اور ایک جماعت صحابہ کو ابوبکر کے پاس بھیجی اور سب بازار میں پہنچے ان میں سے جو شخص چیز لیتا تھا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مشورہ سے لیتا تھا۔ ایک پیراہن سات درہم کو اور ایک مقنعہ چار درہم اور ایک چادر سیاہ خیبری اور

ایک کرسی جس کے دونوں پاٹ خرمے کی چھال سے جڑے ہوئے تھے۔ اور دو توشک جامہائے مصری۔ ایک خرمہ کی چھال سے بھرا ہوا اور دوسرا پشم گوسفند سے اور چار تکئے پوست طائف کے جن کو گیاہ اذخر سے بھرا ہوا تھا۔ اور ایک پردہ پشم اور بوریائے سحری اور چکی اور بادیہ رومی اور ایک ڈھول چمڑے کا اور کاسہ چوبی دودھ کے لئے اور ایک مشک پانی کے لئے اور ایک آفتابہ روغنی اور ایک سبوئے سبز اور کوزہائے سفالیس خرید کئے جب سب اسباب خرید چکے۔ ابوبکر اور دیگر اصحاب مذکورہ سامان لے کر ملاحظہ فرماتے اور کہتے تھے خداوند اس کو میرے اہل بیت پر مبارک کر"۔

روضته الصفا فی سیرة الانبیاء والملوك والخلفاء

بھی اہل تشیع کی مشہور کتاب ہے۔ اس کی جلد دوم ص 72-73 پر شرح زرقانی سے ملتی جلتی روایت ہے جس کی اصل فارسی عبارت یوں ہے۔

"از عکرمہ روایت است کہ حضرت علی فاطمہ زہرا را خواستگاری نمود۔ حضرت رسول فرمود کہ مہر او را چہ می سازی؟ جواب داد کہ نزد من چیزے نیست۔ حضرت فرمود کہ زرہ حطیم کو کجا است؟ عرض کرد موجود است۔ حضرت فرمود کہ آن را صداق ساز۔ گویند کہ حضرت علی آں زرہ را بچہار صد و ہشتاد درہم بعثمان فروخت و آں زرہے بود فراخ و سنگین و ہیچ شمشیر براد کارنمی کرد عثمان بعد از خریدن بحضرت علی بخشید و مرتضی علی زرہ

وبہائے آں کہ چہار صد وہشتاد درہم بود بخدمت مصطفیٰ آرد حضرت دربارہ عثمان دعا فرمود۔ روایتے آنست کہ دو دانگ وجہ مذکورہ رابیوے خوش صرف کردند۔ چہار دانگ اورا در چہار مصروف داشند و ازاں جملہ دو جامہ بردا ودو بازو بندن فقرہ و لحاف کتان و یک تہائے ازاں جنس و جمعی دوتہائے گفتہ اند و بعضے از جزئیات دیگر کہ محتاج الیہ بود ازاں زر مرتب ساختند۔

مکان:

حضرت علی رضی اللہ عنہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس ہی رہتے تھے شادی کے بعد ضرورت ہوئی کہ الگ گھر لیں۔ حضرت حارثہ رضی اللہ عنہ کے متعدد مکانات تھے۔ جن میں سے کئی وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نذر کر چکے تھے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے عرض کیا کہ انہی سے کوئی اور مکان دلوا دیجئے۔ آپ نے فرمایا کہ کہاں تک؟ اب ان سے کہتے ہوئے شرم آتی ہے۔ حضرت حارثہ رضی اللہ عنہ نے سنا تو دوڑے آئے کہ حضور میں اور میرے پاس جو کچھ ہے سب آپ کا ہے۔ خدا کی قسم میرا جو مکان آپ لے لیتے ہیں مجھ کو اس سے زیادہ خوشی ہوتی ہے کہ وہ میرے پاس رہ جائے۔ غرض انہوں نے اپنا ایک مکان خالی کر دیا۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اس میں اُٹھ گئیں۔ (سیرت النبی) جلد 1 ص 343 پوری تفصیل: طبقات

ابن سعد جلد 8، ص 22 اور اصابہ جلد 4، ص 377 پر دیکھئے۔

مولانا نور بخش توکلی لکھتے ہیں حضرت علی مرتضیٰ نے ادائے رسم کے لئے مکان کرایہ پر لیا۔ پھر حضرت حارثہ بن نعمان رضی اللہ عنہ نے دے دیا۔ (سیرت رسول عربی، ص 619)

رخصتی کے بعد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا عمل:

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا جب نئے گھر جالیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے پاس تشریف لے گئے۔ دروازہ پر کھڑے ہو کر اذن مانگا۔ پھر اندر آئے ایک برتن میں پانی منگوایا۔ دونوں ہاتھ اس میں ڈالے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سینہ اور بازوؤں پر پانی چھڑکا پھر فاطمہ کو بلایا وہ شرم سے لڑکھڑاتی آئیں ان پر بھی پانی چھڑکا اور فرمایا کہ میں نے اپنے خاندان میں سب سے افضل ترشخص سے تمہارا نکاح کیا ہے۔

(سیرت النبی جلد 1، ص 324، ماخوذ از طبقات ابن سعد جلد 8، ص 64,63، مطبوعہ مطبع بیروت)

مذکورہ بحث سے واضح ہو گیا کہ جہیز سنت نہیں کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو چند چیزیں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو دی تھیں۔ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اپنی رقم سے تھیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سرپرست ہونے کی حیثیت سے خریداری کا انتظام کر دیا۔

اگر یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ

چیزیں اپنی طرف سے خرید کر دیں تو بھی جہیز کا مطلقاً سنت ہونا ثابت نہیں ہوتا کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ آپ کی کفالت میں تھے۔ جس طرح باپ بیٹے کو علیحدہ کرتے وقت کچھ سامان کا انتظام کر دیتا ہے اسی طرح آپ نے بھی چند چیزیں عنایت فرما دیں ۔ کیونکہ آپ حضرت فاطمہ وعلی رضی اللہ عنہما دونوں کے ولی اور کفیل تھے۔ آج بھی اگر کسی لڑکی کا والد اپنی لڑکی کی شادی کسی ایسے لڑکے سے کرے جو اس کی کفالت میں ہو اور لڑکے کے پاس اپنا مال نہ ہو تو لڑکی کا والد ہی ضروری سامان کا انتظام کرے گا تاہم ہماری اس وضاحت سے یہ نہ سمجھ لینا چاہیے کہ اسلام میں لڑکیوں کو کچھ دینا منع ہے۔ والدین پیدائش سے لے کر جوانی تک اپنی بچیوں کو بہت کچھ دیتے رہتے ہیں اور شادی کے بعد بھی وہ ایسا کرتے رہتے ہیں اور کر سکتے ہیں۔ سوال یہاں ''رسم جہیز'' کے بارے ہے کہ وہ کسی طرح سنت رسول نہیں ورنہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ضرور اپنی بیٹیوں کو جہیز دیتے۔ لیکن آپ نے تو غریب والدین کی سہولت کے لئے امت مسلمہ کے لئے ایک بہترین اور قابل تقلید مثال پیش کی کہ جس پر عمل کرنے سے ہمارے ہاں کی مروجہ رسم جہیز کی برائی ختم ہو سکتی ہے اس کے باوجود بھی اگر بعض حضرات رسم جہیز کو سنت رسول قرار دینے پر مصر ہیں تو کم از کم وہ اسی عمل ہی کو سنت رسول قرار دیں کہ جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شادی کے سلسلے میں کیا کہ اس کے نئے گھر کو بسانے کے لئے تمام ضروریات کی چیزیں مہر کی

اس رقم سے خریدی گئیں جو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پیشگی ادا کر دیا تھا۔ ہمارا یقین ہے کہ اگر اس سنت رسول پر حضور کے اپنے عمل کے مطابق عمل کیا جائے تو پھر بھی ہمارے ہاں کی مروجہ ''رسم جہیز'' کی سماجی بُرائی فوری طور پر ختم ہو سکتی ہے۔

نکاح کے مقاصد:

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا عورت سے نکاح چار وجہوں سے کیا جاتا ہے۔ ولما لها ولحسبها ولجمالها ولدينها فاظفر بذات الدين تربت يداك ٥ (متفق علیہ مشکوٰۃ، ص 267)

اس کے مال پر، خاندان پر، حُسن پر، دین پر اور تم دین والی کو اختیار کرو گرد آلود ہوں تمہارے ہاتھ۔ مفتی احمد یار خاں نعیمی رحمتہ اللہ علیہ اس حدیث کی تشریح میں فرماتے ہیں۔ عام طور پر یہ لوگ عورت کے مال، جمال اور خاندان پر نظر رکھتے ہیں ان ہی چیزوں کو دیکھ کر نکاح کرتے ہیں مگر عورت کی شرافت و دینداری تمام چیزوں سے پہلے دیکھو کہ مال و جمال فانی چیزیں ہیں۔ دین لازوال دولت نیز دیندار ماں دیندار بچے جنتی ہے۔ ڈاکٹر اقبال نے کیا خوب شعر فرمایا:۔

بے ادب ماں با ادب اولاد جن سکتی نہیں
معدنِ زر معدنِ فولاد بن سکتی نہیں

(مرات جلد 5، ص 3)

لمبے چوڑے فتنے وفساد: حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔

اذ خطب الیکم من ترضون دینہ وخلقہ فزوجوہ ان لاتفعلوہٗ تکن فتنۃ فی الارض وفساد عریض o (مشکوٰۃ، ص 267)

جب تمہیں پیغام نکاح وہ شخص دے جس کی دینداری اور اخلاق تم کو پسند ہیں تو نکاح کر دو اگر یہ نہ کرو گے تو زمین میں فتنے اور لمبے چوڑے فساد برپا ہو جائیں گے۔

یعنی جب تمہاری لڑکی کے لئے دیندار عادات و اطوار کا درست لڑکا مل جائے تو محض مال کی ہوس میں اور لکھ پتی کے انتظار میں جوان لڑکی کے نکاح میں دیر نہ کرو۔ اس لئے کہ اگر مالدار کے انتظار میں لڑکیوں کے نکاح نہ کئے گئے تو ادھر تو لڑکیاں بہت کنواری بیٹھی رہیں گی اور اُدھر لڑکے بہت سے بے شادی رہیں گے۔ جس سے زنا پھیلے گا اور زنا کی وجہ سے لڑکی والوں کو عار و ننگ ہو گی۔ نتیجہ یہ ہو گا کہ خاندان آپس میں لڑیں گے۔ قتل و غارت ہوں گے۔ جس کا آج کل ظہور ہونے لگا ہے۔ (مرآت، جلد 5، ص 8)

بابرکت شادی:

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ ان اعظم النکاح برکۃ ایسرہ موانۃ ۔ بڑی برکت والا نکاح وہ ہے جس میں بوجھ و مشقت کم ہو۔ (مشکوٰۃ، ص 268)

حضرت علامہ مفتی احمد یار نعیمی صاحب لکھتے ہیں یہ کلمہ نہایت جامع ہے یعنی جس نکاح میں فریقین کا خرچ کم کرایا جائے۔ مہر بھی معمولی ہو، جہیز بھاری نہ ہو اگر دیا جائے۔ کوئی جانب مقروض نہ ہو جائے۔ کسی طرف سے شرط سخت نہ ہو۔ اللہ کے توکل پر لڑکی دی جائے۔ وہ نکاح بڑا ہی بابرکت ہے۔ ایسی شادی ''خانہ آبادی'' ہے۔ آج ہم حرام رسموں، بیہودہ رواجوں کی وجہ سے شادی کو ''خانہ بربادی'' بلکہ ''خانہا بربادی'' بنا لیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس حدیث پاک پر عمل کی توفیق دے۔ (مرآت جلد5، ص11)

آدابِ جہیز:

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس گھر میں لڑکی پیدا ہوتی ہے اس میں رحمت و برکت داخل ہوتی ہے مگر آج کل لڑکیوں کو عام طور پر اس لئے اچھا نہیں سمجھا جاتا کہ انہیں جہیز دینا پڑتا ہے جو بہت گراں گزرتا ہے کہ انسان لڑکی بھی دے اور مال و دولت بھی سمیٹ کر ساتھ دے اور پھر خبر نہیں کہ وہ سسرال کو راس بھی آئے یا نہ۔ وہ اسے آباد کریں گے یا برباد مگر کسی طرف سے عورت کے اصلی جہیز اور سامانِ زیب و زینت (دینی تعلیم) کی تیاری اور خواہش نہیں کی جاتی۔ بلکہ عارضی اور نمائشی چیزوں کی فراہمی اور فرمائش کی جاتی ہے جس کی وجہ سے گھر کی خیر و برکت اُٹھ جاتی ہے۔

اس لئے ضرورت ہے کہ ہر مسلمان اپنی لڑکی کو خانہ داری کی تربیت اور دین کی تعلیم دے۔ تاکہ اسے حق اللہ وحق العباد ادا کرے۔ گھر کو سنبھالنے، سسرال کو خوش رکھنے، اولاد کی پرورش اور رشتہ داروں و ہمسایوں سے حسن سلوک کا سلیقہ آجائے اگر عنداللہ سرخروئی مطلوب ہے۔ تو لڑکی کو اسلام کا لباس دے عبادات کا زیور پہنائے۔ دین کی پابندی سکھائے، سنت کا عطر لگائے، صبر و رضا اور توکل وتقویٰ کا سنگھار کرائے۔ حسن اخلاق سے مالا مال کرے۔ علم وعمل کا سرمایہ دے اور شرم وحیا کا پردہ کرائے۔

ہمت سے زیادہ جہیز دے کر اپنی چادر سے زیادہ پاؤں نہ پھیلائے۔ قرض نہ اُٹھائے جائیداد نہ بیچے کسی کی حق تلفی نہ کرے۔ برادری سے نہ شرمائے بس اپنا فرض ادا کرنے کی کوشش کرے۔ انگشت نمائی سے نہ ڈرے۔

سسرال والوں کو بھی زر و مال کا حریص نہ ہونا چاہیے کہ یہ کسی سے وفا نہیں کرتا بلکہ عام طور پر فتنہ وعذاب کا موجب ہوتا ہے۔ وہ خانہ آبادی کو سب سے بڑی نعمت سمجھیں اور اس نعمت کا شکر بجالانے کے لئے اپنی بہو سے حسن سلوک سے پیش آئیں تاکہ یہ نعمت نکبت کا باعث نہ ہو۔

نوجوانو! باغیرت بنو!

کسی عورت سے محض اس لئے شادی کرنا کہ اس کا مال ہضم

کرے انتہائی بے غیرتی اور کمینہ پن ہے عورت کی کمائی پر پلنے اور اس کے مال پر رتجھنے والا ''مرد'' نہیں ''ہجڑا'' ہے۔ کیونکہ ''مرد'' عورت کو کما کر کھلاتا ہے۔ اس کی کمائی نہیں کھاتا۔ اس کمینے کی مجلس سے بچو اور اس کا بائیکاٹ کر دو اور ہر ایک نوجوان اپنے والدین سے کہہ دے کہ میں باکردار لڑکی سے شادی کروں گا۔ اگرچہ اس کے والدین کو ایک وقت کی روٹی بھی میسر نہ ہو اور جہیز بھی نہیں لوں گا۔

لڑکی کے والدین کو چاہیے کہ ظالم نہ بنیں:

لڑکی کے والدین کو بھی چاہیے کہ وہ ہوش سے کام لیں۔ اگر سسرال والے جہیز کا تقاضا کریں تو انہیں لڑکی نہ دیں۔ اگرچہ یہ تقاضا برات آنے کے وقت ہی کیوں نہ ہو۔ ایسی صورت میں نکاح پڑھائے بغیر برات واپس کر دیں۔ اس میں شرمندگی محسوس نہ کریں ورنہ اپنے ہاتھوں آپ اپنی بچی کو جہنم میں دھکیل کر خود بھی ہمیشہ کے لئے عذاب میں مبتلا رہو گے اور بچی بھی۔ کیونکہ انہیں بچی کی بجائے آپ کے مال کی زیادہ ضرورت ہے ظاہر ہے قدر اسی چیز کی ہوتی ہے جس کی ضرورت ہو۔

البتہ اگر ہونہار و باکردار بچہ مل جائے خواہ غریب ہی ہو اس سے اپنی بچی کی شادی کرنے میں تاخیر نہ کریں نہ ہی کسی قسم کی شرم محسوس کریں۔ اگر گنجائش ہو تو اسے کچھ رقم دے کر اپنے زیرِ نگرانی کوئی کام کرا دیں تاکہ وہ اپنے پاؤں پر کھڑا ہو سکے۔

لڑکے کو بھی چاہیے کہ وہ رقم قرض کی نیت سے لے اور یہ سمجھے کہ میں نے یہ رقم واپس کرنی ہے اگرچہ بعد میں وہ ازخود ہی معاف کیوں نہ کردیں اور ان کے ڈبل احسان کا شکرگزار ہو۔

غربت دور کرنے کا بہترین طریقہ امیر اور غریب کی شادی:

امراء کو چاہیے کہ وہ اپنی اولاد کی شادیاں ایسے شخصوں سے کریں جو اپنے سے غریب ہوں اور اس کی ترکیب یہ ہے کہ شادی سے پہلے لڑکے یا لڑکی کو اپنے مصارف سے دینی اور اعلیٰ تعلیم دلائی جائے اور ان کو اس قابل بنایا جائے کہ وہ خود اپنی ضروریات اور افلاس کو دور کرسکیں۔ اس کے بعد جب وہ کمانے کھانے کے لائق ہو جائیں تو پھر ان سے اپنی بیٹیوں کی شادیاں کر دیں۔ اگر لوگ اس طرح شادیاں کریں تو تھوڑے ہی عرصہ میں اپنی قسمت بدل سکتے ہیں اور ان کو ذلت کے گڑھے سے نکال سکتے ہیں۔

عُذر بیجا:

بعض آدمی یہ عذر پیش کرتے ہیں کہ کیا کریں کچھ دنیا کا دستور ہی ایسا ہو گیا ہے کہ اپنے سے کم حیثیت رکھنے والے خاندانوں میں شادی کرنے سے کنبہ برادری میں عزت کی ناک کٹ جاتی ہے۔ لیکن اس عذر میں کچھ معقولیت نہیں ہے۔ اکثر لالچ کے باعث بے جوڑ شادیاں ہوتی ہیں جس کی وجہ سے کنبہ برادری میں عزت کم ہو جاتی ہے۔

اگر کنبہ برادری میں بغیر لالچ کے کسی غریب عزیز کے ہاں شادی کی جائے تو دل سے عزت کریں گے نہ ان کے بے آبروئی یا عزت میں فرق آئے گا۔ اب وہی بڑے گھرانوں میں شادی کرنے سے واہ واہ تو ضرور ہو جاتی ہے مگر شاید ہی ایک وہ شخص سب سے تحسین و آفرین لینے میں کامیاب ہوئے ہوں گے ورنہ دیکھا تو یہی گیا ہے کہ ایک نے تعریف کی دوسرے نے ایک نہ ایک نقص نکال ہی دیا۔ دعویٰ سے کوئی ایک شخص بھی یہ نہیں کہہ سکتا کہ اس کے انتخاب اور کامیابی پر تمام اعزہ و اقارب اور اہل خاندان نے سچے دل سے تحسین اور آفرین کیا ہو اکثر ہزار ہا روپیہ کا جہیز دینے اور چڑھاوا چڑھانے کے باوجود بھی لوگوں نے بُرا بھلا کہا ہے اور نقص نکالے ہیں۔ خاص کر ایسی شادیاں جو کسی لالچ کی وجہ سے کسی بڑی جگہ کی جاتی ہیں۔ اُن کی نسبت تو لوگ خوب باتیں بنایا کرتے ہیں۔ کوئی کہتا ہے کہ ذات گئی خاک میں کوڑی آئی ہاتھ میں۔ کوئی بولتا ہے قربان جاؤں اس دولت کے اس کے بھی بڑے کرشمے ہیں۔ ''کیسی نیو بنیاد پر کیسی عمارت بن گئی''۔ کوئی بولیں ''اللہ کی شان مٹی کی ہنڈیا شاہی باورچی خانہ''۔

جو لوگ ان شادیوں سے کنبہ برادری میں عزت بڑھانی چاہتے ہیں ان کا حشر تو یہی ہوا کرتا ہے۔ اس لئے ان بزرگ بھائیوں اور بہنوں سے جن کو خدا تعالیٰ نے دولت دے رکھی ہے۔ یہ گذارش ہے کہ

اپنی اولاد کی شادی کرتے وقت دولت کی فکر نہ کریں بلکہ ان غریب اور شریف مسلمانوں کی اعانت کریں جو اس وقت مفلسی کے باعث تباہ ہونے والے ہیں۔ اگر آپ غریب اقربا کو مفلسی کی ذلت سے نجات دلانے کی کوشش کریں گے تو اللہ تعالیٰ دین و دنیا میں اپنی رحمتوں سے آپ کو مالا مال کرے گا۔ جو طریقہ عرض کیا گیا ہے اس میں آپ کی دولت آپ ہی کے کام آئے گی۔ اور آپ کو سعادت مند بہوئیں اور اطاعت گزار داماد مل سکیں گے جو آپ کے گھروں کے چشم و چراغ ہوں گے۔

بہترین جہیز تعلیم نسواں ہے:

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا ہر مسلمان مرد اور مسلمان عورت پر علم کی تلاش فرض ہے اور فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے کسی والد نے اپنے ولد (لڑکے یا لڑکی) کو نیک ادب سے افضل کوئی عطیہ عطا نہیں کیا۔

تعلیم نسواں سے مراد یہ نہیں کہ اپنی بہو بیٹی کو کسی بے دین و ضلالت آمیز استانی و لیڈی کی تربیت میں دے دیا جائے کہ وہ ہر روز ہمارے گھر میں یا سکول و کالج میں علم پڑھانے کے بہانے سے اپنی ''پٹی پڑھائے'' اور نہ یہ مراد ہے کہ لڑکی کو تعلیم پانے کے لئے انگریزی انتظام کے گرل سکول میں بھیج کر بے حیائی اور بدچلنی کا دروازہ اس پر کھول دیا جائے اور نہ یہ مقصود ہے کہ اس کو ایسے دور از کار اور غیر مفید علوم وفنون

میں ڈالا جائے۔ جو اس کے فرائض اس کی طاقت اور اس کی مصلحت کے منافی ہیں بلکہ تعلیم نسواں سے ہمارا مدعا یہ ہے کہ اس کو علم کے زیور سے دیندار ذی شعور گھر بسانے والی اور بچوں کی خوش اسلوبی کے ساتھ تربیت کرنے والی نیک بی بی بنایا جائے اور اس غرض کے لئے اس کی تعلیم گھر میں یا کسی ایسے اسلامی زنانہ مدرسہ میں ہونی چاہیے جو مذہبی حیا وحجاب کے لئے دینداروں کے گھر کا سا حکم رکھتا ہو اور وہ تعلیم دی جائے جو قرآن مجید کے ترجمہ اور حدیث وفقہ کی چند کتابوں پر مشتمل ہو۔ ضرورت کے مطابق حساب اور اردو لکھنے کی طرف بھی توجہ دلائی جائے۔ کسی قدر تاریخ وجغرافیہ سے بھی واقف کیا جائے۔ ساتھ ساتھ اس کے اخلاق واطوار اور خیالات وجذبات کو عملاً دینداری اور فرض شناسی کی راہ پر ڈالا جائے۔ علم الاخلاق خصوصاً حقوق العباد کی تعلیم ضروری سمجھی جائے اور تربیت اطفال اور اصول خانہ داری کی کتابیں کافی طور پر پڑھائی جائیں اور بس۔

تعلیم نسواں پر اعتراضات اور ان کے جواب:

بعض لوگ کہتے ہیں کہ عورتیں علم پڑھ کر مغرور ہو جائیں گی اور مردوں کی برابری کا دعویٰ کرنے لگیں گی۔ جس سے شوہروں اور بیویوں میں نااتفاقی اور گھروں میں فتنہ وفساد پیدا ہوں گے ان لوگوں کو یاد رکھنا چاہیے کہ انسان میں تکبر وغرور، خود پسندی، حسد بغض اور خود غرضی

وغیرہ فساد پیدا کرنے والی برائیاں جس قدر ہوتی ہیں ان کا سبب ہمیشہ جہالت اور بے علمی ہوتی ہے اور ان برائیوں کا علاج وہی چیز ہے جس سے جہالت دور ہو۔ اور وہ علم کے سوا اور کچھ نہیں۔ علم ہی تمام عیوب و نقائص اور تمام برائیوں کو دور کرنے والا ہے۔ نہ کہ پیدا کرنے والا۔ جو شخص یہ کہے کہ علم پڑھنے سے غرور اور خود پسندی پیدا ہوتی ہے۔ اس کی یہ بات ایسی تعجب انگیز ہے جس طرح کوئی یہ کہے کہ سورج کے طلوع ہونے سے اندھیرا چھا جاتا ہے۔ ہاں یہ درست ہے کہ اگر علم پڑھ کر عمل نہ کیا جائے یا بُری قسم کی تعلیم حاصل کی جائے تو یہ عیوب پیدا ہو سکتے ہیں۔ لیکن یہ خرابی صرف عورتوں کے ساتھ خاص نہیں ہے۔ اس میں مرد و عورت دونوں یکساں ہیں۔ کیا بعض مرد نہیں دیکھے جاتے کہ جب علم کے ساتھ عمل کی ترغیب ان کو نہ دی جائے یا کوئی خراب قسم کی تعلیم حاصل کریں تو کیا کیا گل کھلاتے ہیں۔ کیا اس خرابی کے اندیشہ سے تمام مردوں کو علم سے محروم کر دیا جاتا ہے۔ پس جس تعلیم کے ساتھ عمل کی تاکید ہو اور اخلاق و عادات کی نگرانی کی جائے اور طریقہ بھی بالکل اسلامی ہو۔ اس سے ہرگز کسی خرابی کا اندیشہ نہیں۔

جاہل عورت کے سبب سے گھر میں جو جو فتنے فساد اور لڑائی جھگڑے پیدا ہوتے ہیں۔ وہ ایک علم والی اور سمجھ دار عورت سے کبھی ممکن نہیں۔ عورت علم پڑھے گی تو اس کو معلوم ہو گا کہ خداوند تعالیٰ کس بات

سے خوش ہوتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کیا کیا ارشاد ہیں۔ خاوند کے حقوق کیا ہیں۔ خانہ داری کے بہترین اصول کون کون سے ہیں۔ اولاد کی مناسب تربیت کے طریقے کیا کیا ہیں۔ خویش و بیگانے لوگ کیا کیا حق رکھتے ہیں اور اس کو معلوم ہو جائے گا کہ ان کاموں میں کوتاہی کرنے والا گنہگار ہے اور وہ آخرت میں کس عذاب کا مستحق ہوگا۔

بعض کا یہ اعتراض ہے کہ عورتیں علم پڑھ کر خوش پوش اور مزاج دار بن جائیں گی اور گھر کے کاروبار کرنے چھوڑ دیں گی۔ یہ بھی محض وہم ہے۔ علم ایسی چیز نہیں کہ اس کو پڑھ کر انسان اپنے ان فرائض کو بھی ترک کر دے۔ جو پہلے بجا لاتا تھا۔ بلکہ علم سے آدمی کو معلوم ہوتا ہے کہ میرے ذمہ کیا کیا فرض ہیں اور اس کو ادا نہ کرنے کی صورت میں کیا گناہ لازم آتا ہے لہٰذا عورتیں علم پڑھ کر آرام طلب بننے کی بجائے اپنے فرائض سے واقف ہوں گی اور وہ ان کو بجا لانے کے لئے زیادہ مستعد ہو جائیں گی۔ ان کو علم کے ذریعہ سے یہ معلوم ہو جائے گا کہ گھر کا کام کاج ہر چیز کی نگرانی اولاد کی تربیت خاص انہی کا فرض ہے ان کو اس بات کا یقین ہو جائے گا کہ وہ گھر کی سلطنت کی وزیر ہیں جس کے ذمہ تمام انتظام ہوتا ہے۔

بعض کا خیال ہے کہ نوشت وخواند سے عورتوں کے اخلاق پر بُرا

اثر پڑتا ہے اور لکھنا پڑھنا ان کی پیدائشی بے حوصلگی اور ناعاقبت اندیشی کے ساتھ مل کر خراب نتیجہ پیدا کرتا ہے۔ اگر غور کریں تو سمجھ سکتے ہیں کہ یہ خیال بھی سراسر غلط ہے۔ علم ایسی چیز نہیں جو اخلاق کو بگاڑ دے۔ بلکہ بے علم نہ خود خدا کے حقوق کو جانتا ہے نہ بندوں کے حقوق سے واقف ہے اور نہ اس کو عملوں کی جز اور سزا کی خبر ہے اگر اخلاق بگڑ سکتے ہیں تو اس کے بگڑ سکتے ہیں لیکن جس شخص کو علم ہے اور وہ نیکی و بدی کی جزا و سزا سے واقف ہے اس کے اخلاق بگڑنے کا ہرگز اندیشہ نہیں۔

ہاں اگر پڑھانے والی استانی یا ساتھ پڑھنے والی لڑکیاں کوئی ایسا مذہب رکھتی ہوں۔ جس کی وجہ سے ان کے پاس اُٹھنے بیٹھنے سے مسلمان لڑکیوں کی خصلتوں کے بگڑ جانے کا ڈر ہو یا دین اور اخلاق کا علم پڑھا کر اس پر عمل کرنے کی ترغیب نہ دلائی جائے یا ایسی تعلیم دی جائے جس میں دینی چاشنی نہ ہو یا تعلیم کے ساتھ اخلاق و خصائل کی نگرانی نہ کی جائے تو یہ اندیشہ درست ہو سکتا ہے لیکن اس میں علم کا قصور نہیں طریقہ تعلیم کا قصور ہے۔ اس میں مرد بھی برابر کے شریک ہیں۔ امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ نے لکھا ہے"۔ اگر انسان ایسی حالت میں علم پڑھنے لگے کہ اس کے اخلاق خراب ہوں تو وہ خواہ کسی علم کو حاصل کرے اس سے اچھا نتیجہ حاصل نہیں کر سکتا۔

ام المومنین عائشہ صدیقہ اور سیدۃ النساء فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہما عالمہ فاضلہ تھیں:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے علم وفضل کا اندازہ اس سے لگا سکتے ہیں کہ حدیث روایت کرنے اور سنت نبوی کی باریکیاں سمجھنے میں آپ بڑے بڑے اہل فضل صحابہ کی ہم رتبہ ہیں اور علم دین کے اعلیٰ ارکان میں ان کا شمار ہے اس کے علاوہ عربی ادبیات اور اشعار میں بھی ان کو بڑی واقفیت تھی۔

حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا نے ایسی اعلیٰ تعلیم پائی تھی کہ آپ کو ملک عرب کے اکثر تعلیم یافتہ مردوں کے برابر قابلیت حاصل تھی۔ اکثر صحن خانہ میں بیٹھ کر وعظ فرماتیں آپ کے خطبے اب بھی تاریخ کی کتابوں میں موجود ہیں جو نہایت مدلل اور پُر جوش ہیں۔

ام ھانی علامہ سیف الدین حنفی کی والدہ علم نحو، فقہ اور حدیث میں اپنی نظیر نہیں رکھتی تھیں۔ حتیٰ کہ امام جلال الدین سیوطی نے ان سے مُدتوں علم حدیث پڑھا۔

لڑکیوں کو وراثت سے محروم کرنا ظلمِ عظیم اور حکم قرآن کی خلاف ورزی ہے:

مروجہ رسم جہیز کا بہانہ بنا کر اکثر لوگ لڑکیوں کو وراثت سے محروم

کر دیتے ہیں جو کہ ظلمِ عظیم اور قرآن پاک کے صریح حکم کی خلاف ورزی ہے اس لئے کہ ہر وارث کو خواہ مرد ہو یا عورت وراثت سے اس کا حصہ دینا ضروری ہے۔ رسماً یا جبراً معاف کرانے اور شرما شرمی معاف کرنے سے معاف نہیں ہوتا۔ ہاں اگر صاحب حق برضا ورغبت اور اپنی خوشی سے معاف کرے تو معاف ہو جائے گا۔ (مرتب)

جہیز کس کی ملکیت ہے؟

جہیز ہمارے بلاد کے عرف عام شائع سے خاص ملکُ زوجہ ہوتا ہے جس میں شوہر کا کچھ حق نہیں۔ طلاق ہوئی تو کُل لے لے گی اور مر گئی تو اسی کے ورثا پر تقسیم ہوگا۔ (فتاویٰ رضویہ جلد 5، ص 350)

حضرت فاطمۃ الزہراء کا جہیز اثاث البیت

حضرت مفتی غلام حسن قادری، مفتی وصدر مدرس دارالعلوم حزب الاحناف لاہور

ہجرت کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی میں کفار کی طرف سے ڈالا جانے والا اضطراب کچھ کم ہوا تو آپ نے اپنے ذاتی معاملات کونمٹانے کی طرف توجہ فرمائی اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگی ابھی ایسے ہی حالات سے دوچار تھیں چنانچہ ہجرت کے دوسرے سال نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی لاڈلی بیٹی سیدہ فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا کے نکاح کا ارادہ فرمایا۔

اہل عرب میں اس وقت بھی یہ بات تھی اور اب بھی ہے کہ بڑی عمر کے لوگ چھوٹی عمر کی عورتوں سے شادی کر لیتے ہیں اور ان میں محبت و پیار بھی رہتا ہے اور زندگی بھی اچھی گزرتی ہے۔ خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے نکاح بھی اسی سلسلے کی کڑی ہے چنانچہ اسی رسم کے مطابق ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا رشتہ اپنے لئے مانگا۔ آپ نے خاموشی اختیار فرمائی پھر عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بھی یہ رشتہ اپنے لئے مانگا آپ نے پھر خاموشی رکھی۔ تب یہ حضرات بھانپ گئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارادہ کیا ہے چنانچہ یہ حضرت

علی رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور ان سے بصد اصرار کہا کہ وہ جا کر آپ سے یہ رشتہ مانگیں۔ انہوں نے جا کر رشتہ مانگا تو آپ نے فوراً قبول فرما لیا بلکہ اس بارے میں یہ حدیث بھی ہے کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ان اللہ امرنی ان ازواج فاطمۃ من علی۔

یعنی اللہ نے مجھے حکم فرمایا ہے کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا عقد علی رضی اللہ عنہ سے کر دوں۔

(مجمع الزوائد بروایت طبرانی جلد 9 صفحہ 207 ابن حجر کہتے ہیں اس کے سب راوی ثقہ ہیں)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! اے علی تمہارے پاس کچھ رقم ہے جس سے فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لئے ضروریات خانہ خریدی جائیں؟ عرض کیا میرے پاس زرہ ہے جو جنگ کے مال غنیمت سے مجھے ملی ہے۔ فرمایا! اسے لے آؤ وہ لے آئے فرمایا اسے بیچ کر جو رقم ملے وہ میرے پاس لاؤ۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے وہ زرہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو 480 درہم کی بیچی بعد میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ ہاتھ میں زرہ اور رقم دونوں چیزیں دے دیں۔ پھر اس رقم سے ضروریات خانہ کی خریداری کی گئی۔ مدارج النبوت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس بابرکت شادی کے موقع پر یہ دعا دی۔

بارك الله عليكما واخرج منكما ولدا كثيرا طيباً۔

برکت دے تجھ کو اللہ تعالیٰ اور تم کو نیک و پاک اولاد عطا فرمائے۔

آپ نے جب تمام اجتماع میں عقد فرما دیا اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو سیدنا علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کے ہاں رخصت فرما دیا۔ عشاء کی نماز کے بعد سیدنا علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کے ہاں تشریف لائے تو آپ نے پانی پر دم کیا روایات میں ہے کہ آپ نے معوذتین پڑھ کر اس پانی کو دونوں پر چھڑکا اور پھر فرمایا: اللهم انی اعیذهابك وذریتها من الشیطن الرجیم پھر یہ دعا فرمائی: اللهم انهما منی وانا منهما اللهم کما اذهبت علی الرجس وطهرتنی فطهرهما ۔ پھر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا رو پڑیں۔ آپ نے فرمایا بیٹی کیوں روتی ہو نہ روؤ میں نے تمہارا عقد اللہ تعالیٰ کے حکم سے علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ سے کر دیا ہے۔ اس وقت سیدہ رضی اللہ عنہا کی عمر مبارک ساڑھے پندرہ سال تھی۔

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے جہیز کی تو کوئی حد ہی نہیں جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمایا ہے۔ ایک مرتبہ ایک منافق نے حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ سے کہا اگر تم میری لڑکی سے شادی کرتے تو میں تمہیں اتنا جہیز دیتا کہ اونٹوں کی قطاریں لگ جاتیں۔ سیدنا علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ شادی نہ تقدیر سے اور نہ تدبیر سے ہوئی بلکہ امر الٰہی سے ہوئی ہے جو سب سے بڑا جہیز ہے اور دنیا کے مال و متاع پر تو

میری نظر ہی نہیں جب آپ یہ جواب دے چکے تو غیب سے ندا آئی اے علی! اوپر دیکھو آپ نے اوپر دھیان فرمایا تو دیکھا کہ تمام آسمان پر اونٹوں کی قطاریں لگی ہوئی ہیں اور ان پر بہشت کے انعام واکرام کے ڈھیر لگے ہوئے ہیں۔ آپ نے فرمایا: اے منافق! مجھے اللہ تعالیٰ نے فاطمہ کا وہ جہیز دکھایا ہے جو روئے زمین میں قیامت تک کسی نے نہ دیکھا ہے اور نہ دیکھ سکے گا۔ پھر بھی دنیا میں جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جہیز عطا فرمایا اس میں دو جوڑے دو بازو بند نقرئی اور ایک چادر ایک پیالہ ایک چکی، دو گلاس، ایک مشک اور ایک کٹورہ پانی پینے کا، دو رضائیاں جو کتان سے بھری ہوئی تھیں، چار گدے دو اون سے بھرے ہوئے اور دو لیف یعنی کھجور کی چھال سے بھرے ہوئے تھے۔

(الحیات النفی، ص 99، ج 1)

یہ شادی ''الاصابہ'' کے مطابق سن دو ہجری میں ماہ محرم کے اوائل میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی سے کچھ عرصہ بعد وقوع پذیر ہوئی۔ ابن عبدالبر کے نزدیک نکاح کے وقت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی بنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر پندرہ سال اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اکیس سال اور پانچ ماہ تھی۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے قریباً پانچ برس بڑی تھیں کیونکہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی عمر بوقت رخصتی نو برس تھی۔

حدیث میں ہے اس شادی کے موقع پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا میں چاہتا ہوں کہ میری امت نکاح کے وقت کھانا کھلانے کا طریقہ اپنائے تو تم بکری ذبح کر کے کھانا تیار کرو پھر مجھے بلاؤ اور مہاجرین و انصار کو کھلاؤ چنانچہ تمام مہاجرین و انصار نے کھانا کھایا مگر وہ پھر بھی بچ رہا تب آپ نے فرمایا بلال یہ اپنی ماؤں (امہات المومنین ازواج رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کے پاس لے جاؤ اور ان سے کہو یہ تمہاری دعوت ہے۔ پھر آپ خود امہات المومنین کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا میں نے اپنی بیٹی کا نکاح اپنے چچازاد بھائی علی رضی اللہ عنہ سے کر دیا ہے اور تم جانتی ہو میری بیٹی مجھے کتنی پیاری ہے تو اسے تیار کرو میں اسے علی رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج رہا ہوں۔ تو امہات المومنین نے اپنی خوشبوؤں سے انہیں خوشبو لگائی اور اپنے کپڑوں اور زیورات سے کپڑے اور زیور پہنائے تب رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنی بیٹی کے حجرے میں تشریف لائے۔

جب باقی عورتیں چلی گئیں اور حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا رہ گئیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے انہیں فرمایا میرے پاس پانی کا برتن لاؤ وہ لایا گیا تو آپ نے اس میں سے پہلو بھر کر اپنی بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا کے سر اور سینے پر چھڑکا پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سر اور سینے پر چھڑکا اور اپنی بیٹی کو گلے لگا کر دعا فرمائی۔

اللھم انھا منی و انا منھا اللھم کما ذھبت عنی الرجس وطھرتنی فطھرھما۔ (مجمع الزوائد جلد 9، صفحہ 24)

اے اللہ! فاطمہ مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں۔ اے اللہ! جیسے تو نے مجھ سے ہر ناپاکی دور کر دی ہے اور مجھے پاک کر دیا ایسے ہی ان دونوں کو بھی پاک فرما دے۔ (شاہنامہ اسلام ج نمبر 3)

الاصابہ میں ابن سعد کی روایت سے لکھا ہے کہ ایک چادر، ایک تکیہ جس میں کھجور کے پتوں سے بھرائی کی گئی تھی، دو چکیاں اور دو ہی پانی پینے کے برتن یہ چیزیں آپ نے اپنی بیٹی کو عطا فرمائیں جبکہ طبرانی نے ایک بستر کا بھی اضافہ کیا ہے جو رسیوں سے باندھا گیا تھا۔

آج جہیز کی لعنت نے کئی نوجوان لڑکیوں کے ارمان کچل ڈالے ہیں اور کئی والدین دوسروں کی دیکھا دیکھی اپنی بیٹیوں کے لئے سامان جہیز جوڑتے جوڑتے اللہ کو پیارے ہو جاتے ہیں۔ کئی لڑکیاں اپنے گھروں میں بیٹھی بیٹھی بوڑھی ہو رہی ہیں کیونکہ جہیز کا خاطر خواہ انتظام نہیں ہو رہا۔ ہمارے معاشرے کے امراء اور نو دولتیے ایک رسم بد جاری کرتے ہیں اور غرباء ان کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش میں تباہ حال ہو جاتے ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی ہمارے لئے اسوہ کاملہ ہے کیا ہماری بیٹیوں کی عزت خاتون جنت بنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بڑھ کر ہے جب ان کا جہیز اتنا مختصر تھا تو ہم اس کے لئے

اتنے بڑے طو مار کیوں اکٹھے کر رہے ہیں۔ اگر رسول خدا چاہتے تو اپنی بیٹی کے جہیز میں دنیا کے خزانے ڈال سکتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ایسا اس لئے کیا کہ آپ صرف امیروں کے ہی نبی نہیں بلکہ نسل انسانیت کے لئے آپ کی ذات میں اسوہ کامل موجود ہے۔ آج دنیا میں لوگ جہیز کے نام پر کتنی قباحتوں میں مبتلا ہیں جو جہیز کا انتظام نہیں کر سکتا اس کی بچیاں بیٹھی بیٹھی سر سفید کر لیتی ہیں۔

ایک بچی کی شادی پر ہی اتنے مقروض ہو جاتے ہیں کہ ساری عمر دوسرا موقع ہی نہیں بن سکتا کہ دوسری کے بھی ہاتھ پیلے کریں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے نکاح پر سادگی کا طریقہ رائج کر کے اپنی امت کے غرباء کا خصوصی خیال فرمایا ہے کہ کوئی شخص اگر اپنی بیٹی کو جہیز میں کچھ بھی نہ دے سکے تو اتنا تو ضرور دے سکتا ہے جتنا میں نے فاطمہ کو دیا ہے۔

تو اگر امیر آدمی بیٹی کو کار بنگلہ دے کر یہ کہے کہ میں نے اپنی بیٹی کو اتنا دیا ہے جتنا فلاں وزیر نے اپنی بیٹی کو دیا تھا تو غریب سر اُٹھا کر یہ کہہ دے کہ تو نے اگر وزیر جتنا دیا ہے تو میں نے اپنی بیٹی کو اتنا دیا ہے جتنا خدا کے رسول نے اپنی بیٹی فاطمہ کو دیا تھا۔

دیکھو اسے جو دیدۂ عبرت نگاہ ہو

خونچکاں اعداد و شمار.........ملکی پریس کے آئینے میں

(۱) کمسن عمران کو تاوان کے لئے اغواء کیا اور قتل کر کے نعش صحن میں دبادی۔ اغواء کرنے کا مقصد تاوان حاصل کر کے بہنوں کی شادی کرنا تھی۔ (روزنامہ پاکستان، 2-11-1992)

(۲) مالی حالات سے تنگ آ کر بیوی اور چار کمسن بچوں کو ذبح کر دیا۔ واردات ملتان کینٹ میں ہوئی۔ ملزم اس بات سے پریشان تھا کہ خراب حالات میں بچیوں کا کیا بنے گا۔ اور پھر سب کا خاتمہ کر دیا۔ (روزنامہ پاکستان 15-7-1992)

(۳) تامل ناڈو میں لڑکیوں کو پیدا ہوتے ہی ہلاک کر دیا جاتا ہے۔ بھارت میں جہیز کی لعنت۔

(روزنامہ پاکستان، 31-10-1992)

(۴) نئی نویلی دلہن نے سسرال کے طعنوں سے تنگ آ کر خودکشی کر

لی۔(روزنامہ جنگ 9-2-1992)

(۵) جہیز کم لانے کی سزا بیوی پر تیل چھڑک کر آگ لگا دی۔ وہ سات گھنٹے گھر میں تڑپتی رہی۔ بعد میں ملزم اسے ہسپتال چھوڑ کر فرار ہو گیا۔(16-1-1992)

(۶) جہیز جیسی ہندوانہ رسم کو اپنا کر مسلمانوں نے اپنی خوشیاں برباد کر لی ہیں۔ چولہے پھٹنے اور نئی نویلی دلہنوں کے جلنے مرنے کا باعث جہیز ہی ہے۔ پاکستان میں جہیز کی لعنت کے باعث لاکھوں لڑکیاں بابل کے گھر سے وداع نہ ہو سکیں۔

(نوائے وقت 4-4-1994)

(۷) اپنے جہیز کے لئے فلمی صنعت جیسی بدنام بستی میں آنا پڑا۔

(شلپا شیٹی جنگ 6-2-1992)

(۸) جہیز نہ لانے پر ساس، سسر اور خاوند نے حاملہ عورت کو تیزاب پلا دیا۔(خبریں 7-6-1993)

(۹) بیٹیوں کے ہاتھ پیلے کرنے کے لئے گردہ بیچ ڈالا۔

(خبریں 25-12-1995)

(۱۰) کم جہیز لانے والی دلہن کو شادی کے دوسرے روز قتل کرنے

والے کو سزائے موت۔ (روزنامہ جنگ 1990-3-2)

(۱۱) نئی نویلی دلہن نے سسرال کے طعنوں سے تنگ آ کر خودکشی کر لی۔

سنت نگر لاہور میں افسوسناک واقعہ۔

(روزنامہ جنگ 9 فروری 1991)

(۱۲) جہیز کم لانے کی سزا بیوی پر تیل چھڑک کر آگ لگا دی۔ ملزم

اسے ہسپتال چھوڑ کر فرار۔ شادی پورہ لاہور کا واقعہ

(روزنامہ جنگ لاہور 1992-1-16)

(۱۳) جہیز کیوں نہیں لائی، ساس کے طعنوں نے دلہن کی جان لے

لی۔ سسرال والوں نے اس کے زیورات بھی چھین لئے تو اس

نے خود کو آگ لگا لی۔ دھرم پورہ لاہور میں دلہن شمیم کی خودکشی۔

(روزنامہ پاکستان لاہور)

(۱۴) بہن کے لئے جہیز کا بندوبست نہ ہو سکنے پر سانده خورد لاہور کا

محمد طاہر دلبرداشتہ ہو کر خود کو آگ کے شعلوں کے حوالے کر کے

چل بسا۔ (روزنامہ جنگ لاہور 1992-1-9)

(۱۵) جہیز کم لانے کے جرم میں نوبیاہتا دلہن کو زہر پلا دیا۔ قلعہ گچھن

سنگھ راوی روڈ لاہور۔

(۱۶) پاکستان میں 38 لاکھ لڑکیاں پیسے نہ ہونے کی وجہ سے کنواری بیٹھی ہیں۔

(روزنامہ جنگ لاہور رپورٹ آصف علی پوتا 1992-8-14)

مندرجہ بالا واقعات صرف لاہور شہر میں رونما ہونے والے بیسیوں خوفناک بلکہ ایسے سینکڑوں دلخراش واقعات میں سے نمونے کے طور پر پیش کئے گئے ہیں یہ ان واقعات میں سے ہیں جو اخبارات میں شائع ہو چکے ہیں جو اخبارات تک نہ پہنچ سکے ان واقعات کا کچھ پتہ نہیں نیز پورے ملک پاکستان میں نہ معلوم ایسے ہولناک واقعات کی تعداد کس قدر ہوگی ایسے حالات کی روشنی میں پاکستان میں 38 لاکھ لڑکیوں کا جہیز نہ ہونے کی وجہ سے کنواری بیٹھی رہنے کی رپورٹ صحیح معلوم ہوتی ہے۔ بعض ایسے نوسرباز بھی ہیں جو خود کو بیرون ملک بڑی پوسٹ پر ظاہر کر کے یا بڑی جائیداد کا مالک ظاہر کر کے امیر گھرانوں کی لڑکیوں سے شادی رچا کر ان کے جہیز پر قبضہ کر کے پھر دوسری جگہ تلاش کرتے ہیں اس طرح ایسے جعلسازوں کے پھندے میں وہ گھرانے پھنس جاتے ہیں جو امیر داماد کے جنون میں مبتلاء ہوتے ہیں۔ الغرض مناسب داماد کی تلاش میں بڑی رکاوٹ بڑے جہیز کا نہ ہونا ہے اس رسم کو اگر ختم کر دیا

جائے تو رشتوں ناطوں میں رکاوٹیں دور ہو کر آسانیاں پیدا ہو سکتی ہیں۔

اس معاملہ میں بھارت کے حالات پاکستان سے بدرجہا بدتر ہیں۔ جہیز کے موجد ہندو آج اس لعنت سے خود تنگ آ چکے ہیں بھارتی حکومت کے لئے کم جہیز لانے والی دلہنوں کا قتل ایک نہایت اہم مسئلہ بن چکا ہے۔ چنانچہ ایک رپورٹ کے مطابق بھارت کے دارالحکومت نئی دہلی میں ساڑھے تین سال کے دوران ایک ہزار انچاس دلہنیں جلانے کی رپورٹیں درج کرائی گئیں۔ (دسمبر 1992ء تک) جو درج نہیں کرائی گئیں ان کی تعداد الگ ہے۔

312 شوہر مقدمے کی کاروائی شروع ہونے کے منتظر ہیں یہ ایک شہر کے اعداد و شمار ہیں پورے بھارت میں ایسے سفاکانہ واقعات کا اندازہ کچھ مشکل نہیں۔ دلہنوں پر ظلم کم جہیز لانے پر کیا جاتا ہے دونوں ممالک میں جہیز کی کوئی حد مقرر نہیں اس کی تعداد بڑھتی ہی جا رہی ہے پہلے تو جہیز میں گھر میں روزمرہ کی استعمال میں آنے والی اشیاء ہوتی تھیں لیکن اب گاڑی اور مکان تک جہیز کا حصہ بنتا جا رہا ہے۔ بھارت میں ایسے خوفناک واقعات کا ردعمل بھی ایسا ہی ہے۔ بھارتی ریاست تامل ناڈو میں نصف سے زائد خاندان بچیوں کو پیدا ہوتے ہی ہلاک کر

دیتے ہیں تاکہ انہیں جہیز سے چھٹکارا مل جائے۔

(روزنامہ پاکستان 1992-10-21)

ایک اور دلچسپ ردعمل یہ ہے کہ بھارت کے صوبہ بہار کا ایک مسلح گروہ امیر لڑکوں کو اغواء کر کے بندوق کی نوک پر بغیر جہیز کے غریب لڑکیوں سے ان کی شادیاں کرا دیتا ہے اس پر امیر لوگ پریشان ہیں۔

اللہ رب العزت جب کسی کو ہدایت سے نوازتا ہے تو دلوں کو اپنی اطاعت کی طرف موڑ دیتا ہے۔ چنانچہ روزنامہ ''پاکستان'' نے 26 اپریل 1992ء کی اشاعت میں ''شادی ہو تو ایسی'' کے عنوان سے خبر دی کہ نارنگ منڈی ضلع نارووال میں ایک شادی کے موقع پر لڑکے والوں نے لاکھوں روپے کا جہیز لینے سے انکار کر دیا اور تین افراد پر مشتمل بارات دلہن کو بغیر جہیز کے لے گئی۔ اسی سال ایک قومی اخبار کی خبر تھی کہ فیصل آباد کا ایک شخص صرف بیس روپے میں دلہن بیاہ لایا۔

جہیز ایک ضرورت یا لعنت

(علامہ عبدالحق ظفر چشتی)

جہیز کی ضرورت کو اگر کوئی شخص ، کوئی قوم ، کوئی قبیلہ اور کوئی خاندان لعنت بنا لیتا ہے تو یہ اس کی حماقت ہے، خطا ہے، غلطی ہے۔ اس کی ضرورت سے تو انکار نہ کیا جائے۔ ماں باپ کو اپنی حیثیت کے مطابق، بغیر بوجھ بنائے، بغیر قرض اُٹھائے، جو خوشی و مسرت کے ساتھ دے سکتے ہیں۔ دیں اور انتہائی خوش اسلوبی کے ساتھ دعاؤں کی ردا میں بیٹی کو رخصت کریں اور نئے گھر میں، نئے ماحول میں اور نئے خاندان میں جذب ہونے میں معاونت فرمائیں۔ اسی طرح سسرالی خاندان بھی جہیز کا مطالبہ کر کے جہیز کو اپنے لئے خاندان کے لئے ، دلہن کے والدین کے لئے لعنت بننے کے اسباب پیدا نہ کریں۔ بلکہ اپنے گھر کو سجانے کے لئے اپنے بیٹے کی شادی پر جو کچھ وہ کر سکتے ہیں وہ خود کریں۔ انہیں بھی بیٹی والوں سے مطالبات کی لعنت و پھٹکار کا شکار نہیں ہونا چاہیے۔

بیٹیاں، جہیز کی وجہ سے آباد نہیں ہوتیں۔ ہمارے سامنے ایسے کئی واقعات انگلیوں کے پوروں پر گنے جا سکتے ہیں کہ ماں باپ نے اپنی

خوشی سے دنیا کی ہر نعمت بیٹی کے جہیز میں شامل کر دی اور لاکھوں روپیہ خرچ کر دیا۔ لیکن بیٹی اپنے سسرال میں ایک رات بھی خوشی و مسرت سے بسر نہ کر سکی۔ امراء حضرات نے اس جہیز کو خود لعنت بنایا ہے اور غرباء کے لئے مسائل کھڑے کر دیئے ہیں۔ اگر امراء بھی حد اعتدال میں رہتے تو مطالبے بھی نہ بڑھتے اور غرباء کی زندگی بھی اجیرن نہ ہوتی۔

تاریخ میں تین نام ایسے ملتے ہیں، جنہوں نے اپنی دولت کا سہارا لے کر ہم غریبوں کی محبت کا مذاق اڑایا ہے۔ انہوں نے اپنی بیٹیوں کو جو جہیز دیا اس کی مختصر تفصیل درج ذیل ہے۔ اگرچہ ہمارے دور میں بھی کچھ کم نہیں ہے۔ لیکن ان تین حضرات کا ذکر تو تاریخ کا ایک حصہ بن چکا ہے یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے بیٹیوں کی شادیوں پر اخراجات اور جہیز کے اخراجات سے پورے ملک کو دیوالیہ کر دیا۔

(ا) جب بوران سے مامون الرشید کی شادی ہوئی تو پورے دارالخلافہ میں قیمتی ہیرے موتی اور جواہر بچھا دیئے گئے اور شادی میں شریک عورتوں سے گزارش کی گئی کہ جس قدر موتی ان کے ہاتھوں میں آ سکیں وہ سب کے سب بوران پر نچھاور کر دیں۔

اس شادی کے موقع پر فوج کے بڑے بڑے کمانڈر اور ملک کے بڑے بڑے امراء مدعو تھے۔ مامون الرشید نے ان پر پرچیاں پھینکیں۔ ان پرچیوں پر مختلف شہروں علاقوں اور صوبوں کے نام لکھے تھے اور جس

کے ہاتھ میں جو پرچی آئی اس پر جس علاقہ، شہر یا صوبہ کا نام لکھا تھا اسے اس کا مالک بنا دیا گیا۔

(۲) مؤرخین نے لکھا ہے کہ وہ دلہنیں جنہوں نے ملکی خزانوں کو خالی کر دیا تھا۔ ان میں ایک خمارویہ کی بیٹی "قطر الندیٰ" تھی۔ جس کو شادی معتضد باللہ سے ہوئی تھی اس کے جہیز میں سونے کی چار سلوں سے بنا ہوا ایک جھروکہ تھا۔ جس پر سونے کی جھالروں والا گنبد رکھا ہوا تھا۔ ہر جھالر کے درمیان میں ایک بالی معلق تھی۔ اس بالی کے اندر ایک ایسا موتی جُڑا ہوا تھا جس کی قیمت کا کوئی اندازہ نہیں کر سکتا۔ جہیز کے اندر سونے کا ایک ہاون دستہ ہوتا تھا۔ جس میں عود و عنبر کی خوشبوئیات کوٹی جاتی تھیں۔ نیز ایسے ہزاروں جھروکے ہوتے تھے۔ ہر جھروکہ کی قیمت کم از کم دس دینار ہوتی تھی۔

خمارویہ نے اپنی لاڈلی بیٹی کی شادی کے موقع پر ہی اس قدر اسراف سے کام نہیں لیا بلکہ اس کی رخصتی کے وقت جب اسے مصر سے بغداد لے جایا گیا۔ تو اس طویل سفر میں ہر منزل پر اس نے ایک محل بنوانے کا حکم دیا تا کہ قطر الندیٰ اس میں تھوڑی دیر آرام کر سکے اور ہر محل ایسا تھا جس میں راحت اور آسائش کے وہ تمام اسباب مہیا تھے۔ جو ایک دلہن کے لئے بالخصوص سفر میں ضروری ہوتے ہیں۔

ابن خلکان نے لکھا ہے کہ قطر الندیٰ کا مہر اربوں درہم پر مشتمل

تھا۔ اس بھاری بھرکم شادی کے اخراجات کی اب تک جو تفصیل لکھی گئی ہے اس میں شک نہیں کہ شادی کے کل اخراجات کے مقابلہ میں اس کی کوئی حیثیت نہیں تھی۔ چنانچہ اس بارے میں ابن جصاص کے بیان پر اکتفا کرتے ہیں۔ ابن جصاص وہ جوہری تھا۔ جس نے جہیز کی تیاری میں زبردست پارٹ ادا کیا تھا۔ بہرکیف خمارویہ نے اس کے بیان کے مطابق اسے چار لاکھ دینار انعام دیا تھا۔ ان دنوں عوامی گیت لوگوں میں رواج پانے شروع ہو گئے تھے۔

(۳) خدیو مصر شاہ اسماعیل کی بیٹیوں کی شادیاں:

اسماعیل کی چاروں شہزادیوں کی شادی میں بادشاہ اور اس کے امراء نے جس طرح دل کے ارمان نکالے اس سے صاف اور واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ ان کے دلوں میں، اسراف، فضول خرچی، عیش پسندی اور بڑائی کے احساس کے جراثیم کس قدر راسخ ہو چکے تھے۔

اس موقع پر عظمت وشان وشوکت اور کروفر کا جو مظاہرہ کیا گیا۔ اس کو بیان نہیں کیا جا سکتا۔ کیسے کیسے فاخرہ لباس بنوائے گئے۔ جو سونے کے تاروں سے مرصع تھے، جن کے اندر الماس اور یاقوت جیسے قیمتی موتی اور ہیرے اور طرح طرح کے جواہرات جڑے ہوئے تھے، ان گنت سونے چاندی کے زیورات کے برتن، خالص چمک بجلی کے بنے ہوئے سیٹ، جن کے اندر نادر روزگار اور نایاب پتھر لگائے گئے تھے۔ جہیز کے

کل اسباب کے چھوٹے چھوٹے حصے بنا کر انہیں خالص سونے کے ایسے اونچے تخت پر سجایا گیا تھا۔ جس کے پائے خالص یاقوت، زمرد اور فیروزے کے بنے ہوئے تھے۔

ان خانہ خراب دلہنوں، جن کا تذکرہ اوپر ہوا۔ ماضی بعید میں عالم عرب کا خزانہ خالی کر دیا اور جب ان کے پاس فوج کے لئے اور دفاعی ضروریات کے لئے اسلحہ کی تیاری نہ رہی۔ تو اس کے نتیجے میں ٹڈی دل صلیبی اور تاتاری فوجوں نے عرب دنیا پر قبضہ کر لیا اور دور حاضر کی بات بھی تو ہمارے سامنے ہے کہ پورے عرب پر اور مشرق وسطیٰ پر عربوں کی عیاشیوں کی وجہ سے انگریز مصر میں بھی گھس آئے اور پورے عرب پر قابض ہو گئے۔

یہ بات ذہن میں واضح طور پر رہنی چاہیے کہ ہر چیز کی افراط ہو یا تفریط۔ دونوں مسائل پیدا کرتی ہے۔ اسلام کا واضح اصول، میانہ روی کو اختیار کیا جائے تو یہ نہ لعنت بنتی ہے۔ نہ زحمت بلکہ رحمت ہی رحمت ہے۔ افراط و تفریط تو اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عبادات میں بھی پسند نہیں فرمائی۔ شب و روز نوافل پڑھتے رہنا، تسبیح گرداتنے رہنا، سجدوں اور رکوعوں میں پڑے رہنا۔ مسلسل روزے رکھتے رہنا اور فرائض و ذمہ داریوں سے بچ کر نکلنے کی روش اختیار کرنا ہرگز ہرگز پسند نہیں کیا گیا۔ جس دین نے عبادات و ریاضات میں افراط و تفریط

پسند نہیں فرمائی وہ دنیوی امور میں کیسے پسند کرے گا۔

ماں باپ کے لئے اولاد اور خصوصاً ایک نازک رشتہ ہے۔ اس رشتہ میں جو محبت جو پیار اور جو لطیف جذبات کا ریلا دبا ہوا ہے۔ یارو۔ اس کے لطف سے معاشرے کو محروم نہ کرو۔ ماں باپ پر بیٹی کو بوجھ نہ بناؤ کہ جس کی پیدائش سے رخصتی تک اس کی پرورش۔ اس کا وجود عذاب بن جائے۔ جس انداز سے بیٹیاں اپنے ماں باپ اور بھائیوں پر دل و جان سے قربان ہونے کا جذبہ رکھتی ہیں۔ اسی انداز سے ماں باپ کی طرف کے جذبات بھی بیدار رہنے دو۔

نظام مصطفوی کے انداز سے جو حد میں پاٹ دینے کی فکر میں رہتے ہیں۔ ان کے لئے جہیز ہی نہیں۔ ہر چیز لعنت بن جاتی ہے۔ صرف شادی بیاہ ہی زندگیاں تباہ و برباد نہیں کرتے۔ قرضوں کے ڈھیر بوجھ سے کمریں نہیں ٹوٹتی بلکہ یہ روش اختیار کرنے کے لئے فوتگی اور جنازوں اور اس کے بعد رسم و رواج بھی لعنت بن جاتے ہیں۔

اس لئے ہمارے سامنے ایک حسین ترین نمونہ موجود ہے۔ جو قابل عمل بھی ہے۔ راحت جاں بھی ہے، سکون آور بھی ہے اور امن و راحت کا باعث بھی۔ بیٹیوں کو پال کر پرورش کر کے تعلیم و تربیت سے آراستہ کر کے ان کی رخصتی تک کے سارے نظام کو بحسن و خوبی انجام دینے کے پس منظر میں یہ تمنا کبھی مجروح نہ ہو کہ اسوہ حسنہ کے مالک،

صاحب رشدو ہدایت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جنت میں داخل ہونے کی چاہت پوری ہو سکے بلکہ بیٹیوں کو رخصت کر کے ایک اہم فریضہ سے سبک دوش ہونے پر ہزار بار الحمدللہ پڑھنے کے قابل رہنے دو۔

بے عمل دل ہو تو جذبات سے کیا ہوتا ہے
دھرتی اگر بنجر ہو تو برسات سے کیا ہوتا ہے

اولاد کے نازک رشتے خصوصاً بیٹیوں کے معاملہ میں ماں باپ کے فطری جذبے، بیٹیوں کو رخصت کرتے ہوئے حسب استطاعت سب کچھ دے کر آنسوؤں کی مالا ٹوٹنے نہ دینا۔ ہمارے معاشرے کا زیور ہیں، حسن ہیں، رعنائی ہیں۔ اِن کا برقرار رہنا ہی اسلامی معاشرے کی زندگی ہے۔

نیلام کرو خود کو اجداد کے بدلے
ماں باپ تو بک جاتے اولاد کے بدلے

اللہ تعالیٰ ہمیں میانہ روی اختیار کر کے اپنے بیٹوں اور بیٹیوں کی احسن طریقہ سے پرورش کر کے ان کے گھر رخصت کرنے تک اور بیٹوں کی شادیاں کرنے تک اپنے فرائض منصبی سے بحسن وخوبی فارغ ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یارب العالمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

حضرت سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی شادی کی

منظر کشی

قومی ترانے کے خالق شاعرِ اسلام حفیظ جالندھری مرحوم کے قلم سے

مبارک ہے وہ دن لاریب رجب کے مہینے میں
نکاحِ حضرتِ زہراء ہوا جس دن مدینے میں

وہ زہرا ہاں وہی زہرا رسول اللہ کی بیٹی
وہی زہرا شہنشاہوں کے شہنشاہ کی بیٹی

وہ کملی اوڑھنے والے مجسم نور کی دختر
وہ عبداللہ کی پوتی آمنہ کے پور کی دختر

مہاجر اور انصار اکابر جمع تھے سارے
اتر آئے تھے گویا دن کو اس تقریب میں تارے

نہ کوئی باجا گاجا تھا نہ کوئی شور و ہنگامہ
نہ شہنائی نہ نقارہ نہ دف تھی اور نہ دمامہ

نہ رنگا رنگ پوشاکیں نہ کنگن تھا نہ سہرا تھا
وہی تھے شاہ مرداں اور وہی مردانہ چہرہ تھا

رسول اللہ خود موجود تھے محراب مسجد میں
کمی کرتا کوئی پھر کس طرح آداب مسجد میں

جہیز ان کو ملا جو کچھ شہنشاہِ دو عالم سے
ملا ہے درس ہم کو سادگی کا فخرِ عالم سے

متاعِ دنیوی جو حصۂ زہرا میں آئی تھی
کھجوری کھردرے سے بان کی اِک چارپائی تھی

مشقت عمر بھر کرنا جو لکھا تھا مقدر میں
ملیں تھیں چکیاں دو تا کہ آٹا پیس لیں گھر میں

گھڑے مٹی کے دو تھے اور اک چمڑے کا گدا تھا
نہ ایسا خوشنما تھا یہ نہ بدزیب اور بھدا تھا

بھرے تھے اس میں روئی کی جگہ پتے کھجوروں کے
یہ وہ ساماں تھا جس پر جان و دل قربان حوروں کے

وہ زہرا جن کے گھر تسنیم و کوثر کی تھی ارزانی
ملی تھی مشک ان کو تا کہ خود لایا کریں پانی

ملا تھا فقر و فاقہ ہی مگر ''اصلی جہیز'' ان کو
کہ بخشی تھی خدا نے اک جبینِ سجدہ ریز ان کو

چلی تھی باپ کے گھر سے نبی کی لاڈلی پہنے
حیا کی چادریں، عفت کا جامہ، صبر کے گہنے

ردائے فقر بھی حاصل تھی توفیقِ سخاوت بھی
کہ ہونا تھا اسے سرتاج خاتونانِ جنت کی

اسی کی تربیت میں اسوہ تھا یُمن وسعادت کا
اسی کی گود سے دریا اُبلنا تھا شہادت کا

وہی غیرت جو مُہر خاتم حق کا نگینہ تھی
امیں کی لاڈلی ہی اس امانت کی امینہ تھی

علی المرتضیٰ نے آج تاج ھل اتٰی پایا
دلہن کی شکل میں اک پیکر صدق وصفا پایا

پدر کے گھر سے رخصت ہو کے زہرا اپنے گھر آئی
توکل کے خزانے دولت مہرو و فالائی

❁❁❁❁

جہیز و بری کے سامان کی ملکیت کا مسئلہ

تحریر: محترمہ علیمہ ہمایوں

شادی کے موقع پر دلہن کو اس کے والدین کی جانب سے جو زیورات، سامان، لباس اور اشیاء دی جاتی ہیں خواہ منقولہ ہوں یا غیر منقولہ، وہ دلہن کی ملکیت ہوتی ہیں۔ اس میں شوہر یا اس کے خاندان والوں کا کوئی حق نہیں ہوتا اور اگر قضاء الٰہی سے دلہن کا انتقال ہو جائے تو وہ دلہن کے ترکہ میں شامل ہوں گے اور شریعت کے قانونِ وراثت کے مطابق دلہن کے ورثاء میں تقسیم ہوں گی۔ فتاویٰ درمختار، جلد:1، ص: 231 مطبع مجتبائی دہلی میں ہے:

كل احد يعلم ان الجهاز ملك المراة لاحق لاحد فيه o

ہر شخص جانتا ہے کہ جہیز عورت کی ملکیت ہوتا ہے، اس میں کسی اور کا کوئی حق نہیں ہوتا۔

اور فتاویٰ ردالمختار جلد:2، ص: 235، مطبوعہ دارا حیاء التراث العربی میں ہے۔

كل احد يعلم ان الجهاز للمرأة و انه اذا طلقها تاخذه كله و اذا ماتت يورث عنها۔

ہر شخص جانتا ہے کہ جہیز عورت کی ملکیت ہوتا ہے اور جب شوہر

اس کو طلاق دے دے تو وہ تمام جہیز لے لے گی اور جب اس عورت کا انتقال ہو جائے تو وہ جہیز بطور ترکہ اس عورت کے وارثوں کو ملے گا۔

امام احمد رضا قادری لکھتے ہیں جہیز ہمارے بلاد کے عرف عام شائع سے خاص ملک زوجہ ہوتا ہے جس میں شوہر کا کچھ حق نہیں، طلاق ہوئی تو کل لے لے گی اور مرگئی تو اسی کے ورثاء پر تقسیم ہوگا۔

(فتاویٰ رضویہ، جلد، 12، ص، 202، رضا فاؤنڈیشن لاہور)

شادی کے موقعے پر دلہن کو سسرال والوں کی جانب سے جو زیورات، لباس، سامان اور تحائف وغیرہ ملتے ہیں اسے عرف عام میں ''بری'' کہا جاتا ہے۔ بری کے سامان کی ملکیت و استحقاق کا مسئلہ ہمارے معاشرے میں نارمل حالات میں اٹھتا ہی نہیں ہے، اگر عائلی و ازدواجی زندگی خوشگوار ہے، باہم محبت ہے، سب معاملات ٹھیک ٹھاک چل رہے ہیں تو اس طرح کے سوالات خواب و خیال میں بھی نہیں آتے چہ جائے کہ عملی زندگی میں ان کو چھیڑا جائے۔ تاہم ان کی ممکنہ صورتیں اور ان کے احکام درج ذیل ہیں:

(۱) یہ کہ کسی علاقے، کمیونٹی یا برادری میں یہ معروف اور طے شدہ اصول ہو کہ بری کا سامان شوہر یا اس کے خاندان کی ملکیت ہوتا ہے تو عرف بھی نصِ شرع کی طرح ہوتا ہے اور اسی پر معاملات کا فیصلہ ہوگا اور عورت کے لئے محض تصرف و استعمال کی اجازت ہی سمجھی جائے گی اور

طلاق کی صورت میں وہ اس کے ترکے میں شمار ہوگا۔

(۲) شادی کے موقع پر باقاعدہ تحریری طور پر یا زبانی طے کرلیا جائے کہ بری کا سامان کس کی ملکیت ہوگا تو بعد میں اسی کے مطابق عمل ہوگا اور بہتر یہی ہے کہ شادی کے موقع پر نکاح نامے میں یہ درج کرایا جائے کہ بری کے زیورات اور سامان کس کی ملکیت ہوں گے تاکہ بعد میں خدا نخواستہ طلاق یا شوہر کی وفات کی صورت میں تنازع نہ پیدا ہو۔

(۳) شادی کے موقع پر یہ سامان دلہن کو ہبہ (Gift) کر دیا گیا ہو لیکن بعد میں زوجین میں اختلافات رونما ہونے کی بنا پر نیت میں فتور آجائے۔ ہبہ کر کے اس سے رجوع کرنے کو حدیث پاک میں ایک معیوب اور ناپسندیدہ فعل قرار دیا گیا ہے اور یہ مکروہ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے۔ **العائد فی هبة کالعائد فی قیئه۔**
ہبہ کر کے اس سے رجوع کرنے والا اس شخص کی طرح ہے جو قے کر کے دوبارہ اسے چاٹ لے۔ (صحیح مسلم، رقم الحدیث، 4062)

عورت اور چوڑیاں:

چوڑیاں پہننے یا نہ پہننے کا شریعت سے کوئی تعلق نہیں ہے نہ یہ سہاگ کی علامت ہے اور نہ ہی نہ پہننا بیوگی کی علامت ہے۔ یہ محض رسم و رواج کا حصہ ہے تاہم زیب و زینت کے لئے عورتیں چوڑیاں پہنیں تو کوئی ممانعت نہیں ہے۔

کثرت جہیز اور ہماری مشکلات

حضرت مولانا ظفر عطاری

ماں باپ کچھ کپڑے زیور اور کچھ سامان، برتن پلنگ، بستر، میز، کرسی، تخت، جائے نماز، قرآن مجید، دینی کتابیں وغیرہ لڑکی کو دے کر اس کو سسرال بھیجتے ہیں یہ لڑکی کا جہیز کہلاتا ہے۔ ماں باپ پر لڑکی کو جہیز دینا یہ فرض و واجب نہیں لڑکی اور داماد کے لئے ہرگز ہرگز یہ جائز نہیں ہے کہ وہ زبردستی ماں باپ کو مجبور کر کے اپنی پسند کا سامان جہیز میں وصول کریں۔ ماں باپ کی حیثیت اس قابل ہو یا نہ ہو مگر جہیز میں اپنی پسند کی چیزوں کا تقاضا کرنا اور ان کو مجبور کرنا کہ وہ قرض لے کر بیٹی یا داماد کی خواہش پوری کریں۔ یہ خلاف شریعت بات ہے بلکہ آج کل ہندوؤں کے تلک جیسی رسم مسلمانوں میں بھی چل پڑی ہے کہ شادی طے کرتے وقت ہی یہ شرط لگا دیتے ہیں کہ جہیز میں فلاں فلاں سامان اور اتنی اتنی رقم دینی پڑے گی چنانچہ بہت سے غریبوں کی لڑکیاں اس لئے بیاہی نہیں جا رہی ہیں کہ ان کے ماں باپ لڑکی کے جہیز کی مانگ پوری کرنے کی طاقت نہیں رکھتے۔ یہ رسم یقیناً خلاف شریعت ہے اور جبراً قہراً ماں باپ کو مجبور کر کے زبردستی جہیز لینا یہ ناجائز ہے لہٰذا مسلمانوں پر

لازم ہے کہ اس بُری رسم کو ختم کردیں۔

شریعت میں شادی کا مقصد یہ نہیں ہے جو آج کل ہم نے اپنا معمول بنالیا ہے۔ مثلاً آرائش وزیبائش کھانا، جہیز، کپڑے اور زیورات وغیرہ کا جب تک انتظام نہ ہو شادی نہیں ہوتی رسم ورواج کی پابندی نے معاشرے میں یہ خرابی پیدا کردی کہ غریبوں کی لڑکیاں بیٹھی رہتی ہیں۔ مسلمانوں کو تو کوشش یہ کرنی چاہیے کہ معاشرے کی ان خرابیوں کے خلاف جدوجہد کریں اور شادی کو اپنائیں۔ یہ انتہائی افسوس کی بات ہے کثرت جہیز نے ایسی تکلیف دہ صورت حال اختیار کرلی ہے۔ جس کی وجہ سے بہت سے والدین کے لئے اپنی لڑکیوں کا رشتہ کرنا ناممکن ہوتا جا رہا ہے۔ ان کے دن کا چین اور رات کا سکون چھن گیا ہے محض اس وجہ سے کہ وہ رشتہ کرنے والوں کی طرف سے منہ مانگا جہیز نہیں دے سکتے۔ ان کی زندگی اجیرن ہوگئی ہے۔ اسلامی معاشرے میں ان کو ختم کرنا ضروری ہے اس سلسلے میں ان لوگوں کو خاص طور پر پہلے قدم اُٹھانا چاہیے جو بے تحاشا جہیز دیتے ہیں وہ آگے آئیں اور اس برائی کو ختم کرنے میں تعاون کریں۔

پیارے اسلامی بھائیو! آج اگر والدین اپنی لاڈلی کو جہیز دیتے ہیں تو نہ ہدیہ مقصود ہوتا ہے نہ صلہ رحمی بلکہ نام ونمود اور شہرت اور رسم کی

پابندی کی نیت سے دیا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ باقاعدہ جہیز دکھلانے کے لئے اعلان ہوتا ہے۔ معین اشیاء ہوتی ہیں مخصوص برتن جو ضروری سمجھے جاتے ہیں اور تمام برادری و گھر والوں کو بلا کر تمام جہیز مجمع عام لگا کر ایک ایک چیز سب کو دکھلائی جاتی ہے اور زیور و جہیز کی فہرست سب کو پڑھ کر سنائی جاتی ہے اب ایمانداری سے بتایئے یہ دکھاوا نہیں تو اور کیا ہے اور بعض بے غیرت تو مردوں کو بھی بلا کر اپنی نوجوان لڑکی کے کپڑے اور مخصوص سامان بھی دکھاتے ہیں یہ کس قدر غیرت کی بات ہے۔

اب اگر یہ صلہ رحمی یا ہدیہ مقصود ہوتا تو جو میسر آتا اور جب میسر آتا بطور سلوک دے دیتے۔ اسی طرح ہدیہ اور صلہ رحمی کے لئے کوئی شخص قرض کا بار نہیں اٹھاتا لیکن ان رسموں کو پورا کرنے کے لئے اکثر اوقات مقروض بھی ہوتے ہیں چاہے سود پر ہی کیوں نہ لینا پڑے۔ بعض تو اپنی زمینیں اور مکان تک گروی رکھ دیتے ہیں۔

اکثر سامان جہیز غیر ضروری ہوتا ہے:

بعض اوقات جہیز میں ایسی چیزیں دی جاتی ہیں جو کبھی کام نہیں آتیں سوائے اس کے کہ گھر کی جگہ گھیر لیں کیونکہ یہ اتنی پر تکلف اور نازک ہوتی ہیں کہ ان کی نزاکت اور خوبصورتی کی وجہ سے ایک طرف احتیاط سے رکھ دی جاتی ہیں اور پھر یہ سامان رکھے رکھے گل سڑ جاتا

ہے۔ لیکن کبھی کام نہیں آتا۔ اب ان والدین سے پوچھا جائے کہ اگر بیٹی کو لختِ جگر سمجھ کر دینا ہی ہے تو کیا ایسی چیز دینی چاہیے تھی جو اس کے کام کبھی بھی نہ آئے۔ اصل بات یہ ہے کہ یہ بیٹی کو دی نہیں جاتیں صرف فخر اور دکھلاوے کے لئے دی جاتی ہیں۔ ان میں جتنا جس کا حوصلہ ہوتا ہے بڑھ کر قدم رکھتا چلا جاتا ہے ایک نے دس برتن اور پچاس جوڑے دیئے تو دوسرا نو برتن اور پچاس جوڑے نہیں دے گا بلکہ ایک بڑھا کر ہی دے گا چاہے قرض ہی کیوں نہ لینا پڑے۔

بعض گھروں میں دیکھا گیا، ہے کہ جہیز میں اتنے کپڑے دے گئے تھے کہ لڑکی ساری عمر بھی پہنے تو ختم نہ ہوں اب وہ کیا کرتی ہے۔ یا تو حاتم طائی کی طرح سخاوت کا مظاہرہ کرتے ہوئے بانٹنا شروع کر دیتی ہے ایک جوڑا کسی کو دیا ایک جوڑا کسی کو اور اگر بخیل ہوتی ہے تو صندوق میں بند کر کے رکھ لئے پھر اس طرح بہت سے جوڑوں کو تو پہننا نصیب ہی نہیں ہوتا وہ یوں ہی رکھے رکھے گل جاتے ہیں اس طرح فضول خرچی کے ساتھ عورتیں پیسہ برباد کر دیتی ہیں۔ بھلا جہیز میں اتنے کپڑے دینے کی کیا ضرورت ہے؟ مگر کیوں نہ دیں اس میں بھی تو نام ہوتا ہے کہ فلانی نے اپنی بیٹی کو ایسا جہیز اور اتنا اتنا دیا بس اسی شیخی کی وجہ سے گھر برباد ہو جاتے ہیں اور پھر بعد میں والدین کا ہاتھ سر پر ہوتا ہے۔

کیا کیا دنیا سے صاحب مال گئے
دولت گئی ساتھ نہ اطفال گئے

پہنچا کے لحد تک پھر آئے سب لوگ
ہمراہ اگر گئے تو اعمال گئے

آدمی کا جسم کیا ہے جس پر شیدا ہے جہاں
ایک مٹی کی عمارت ایک مٹی کا مکاں

خون گارا ہے اس میں اور اینٹیں ہڈیاں
چند سانسوں پر کھڑا ہے یہ خیالی آسماں

موت کی پر زور آندھی آن کر ٹکرائے گی
دیکھ لینا یہ عمارت ٹوٹ کر گر جائے گی

بھیگی پلکوں سے پڑھے جانے کے والے

دو خط

روزنامہ جنگ 20 اگست 2002ء، از: ارشاد احمد حقانی

میں اکثر کہتا ہوں کہ ہم اخبارات میں کالم اور مضامین لکھنے والے معاشی اور معاشرتی سے زیادہ سیاسی مسائل پر زور دیتے ہیں۔ جبکہ ایک خاص طبقے کو چھوڑ کر باقی عام لوگ ان بحثوں میں کوئی خاصی دلچسپی نہیں رکھتے۔ ان کے مسائل ان کے درد سر ہیں۔ ایک اندازے کے مطابق اس وقت پاکستان میں 80 لاکھ سے ایک کروڑ تک شادی کے قابل بچیاں ہیں لیکن معاشرتی اور معاشی عوامل کی وجہ سے ان کی شادیوں میں تاخیر ہو رہی ہے ہم نے بطور قوم اس مسئلے کی سنگینی اور اہمیت کا احساس کیا ہے اور نہ اس کا کوئی حل کسی سطح پر سوچا گیا ہے۔

آج میں دو خط شائع کر رہا ہوں۔ دونوں خط چار چار بہنوں نے سرگودھا اور اسلام آباد سے لکھے ہیں۔ بدیہی وجوہات کی بنا پر ان کے نام اور پتے شائع نہیں کر رہا۔ سرگودھا سے آنے والا خط ان بچیوں

نے (واقعی) اپنے خون سے لکھا ہے دوسرا خط ان بیٹیوں نے اصلاً چیف جسٹس پاکستان اور دوسرے فاضل جج صاحبان کے نام لکھا ہے لیکن اس کی کاپی مجھے ارسال کی ہے۔ چونکہ شادی پر ون ڈش کھانے کی اجازت کا مسئلہ عدالت عظمیٰ کے سامنے پیش ہے یہ خط اسی کے پیش نظر لکھا گیا ہے۔ دونوں خط گھمبیر اور دل ہلا دینے والے معاشرتی مسائل کو اجاگر کرتے ہیں ان پر مزید کچھ لکھنے کی ضرورت محسوس نہیں کرتا لیکن ان سے واضح ہوتا ہے کہ معاشرے میں بچھڑے ہوئے اور محروم طبقات اور خاندانوں کی اعانت کا کوئی باضابطہ ادارتی انتظام نہ ہونے سے لاکھوں کروڑوں گھرانے کس قسم کی اذیت اور ذہنی کرب کا شکار ہیں۔ شاید ان خطوط کی اشاعت کسی سطح پر زیرنظر معاشرتی مسائل کے حل کی ضرورت کا احساس بیدار کردے اور ہم بے زبان و بے سہارا بچیوں کی دعائیں لے سکیں۔

اب سرگودھا سے آنے والا پہلا خط ملاحظہ فرمایئے:

پیارے بابا جانی ارشاد احمد حقانی صاحب!

السلام علیکم! بابا جانی ہم چار بہنیں ہیں ہمارا کوئی بھائی نہیں ہے۔ باپ کو فوت ہوئے آٹھ سال ہو گئے ہیں۔ ہماری ماں نے بڑی قربانیاں دے کر جوان کیا ہے۔ اس ظالم معاشرے نے ہمارے آنسو پونچھنے کی بجائے دو وقت کی روٹی کے بدلے آٹھ سال تک ہماری ماں کو در در کی

ٹھوکریں کھانے پر مجبور کیا ہے۔ بابا جانی ہماری ماں ہمیں جینے کے قابل بنا کر خود کئی خطرناک بیماریوں کو دامن میں سمیٹے بستر مرگ سے جا لگی ہے۔ ہم بہنیں محلے کے بچوں کو ٹیوشن اور قرآن پڑھا کر سر چھپائے بیٹھی ہیں۔ کسی مجبوری کے تحت باہر نکلیں تو اس ظالم معاشرے کے شیطان اور درندے باچھیں کھولے ہمارے آنچل نوچنے کو تیار بیٹھے ہیں۔

بابا جانی ہم نے یہ خط اپنے خون سے لکھا ہے آپ اسے اپنے کالم میں چھاپیں۔ ہے کوئی ہمارا بھائی جو محمد بن قاسم بن کر آئے اور ہمارے ساتھ پیلے کر جائے تا کہ ہم معاشرے میں عزت کی زندگی بسر کر سکیں اور ہماری ماں سکون سے مر سکے۔

بابا جانی اگر آپ نے ہمارا ساتھ نہ دیا تو یہ ظالم درندے ہمارا سب کچھ لوٹ کر ہماری دنیا اندھیری بنا دیں گے اور پھر ایک دن انصاف اللہ کی بارگاہ میں ہوگا۔ آپ کی خدمت میں ڈھیروں سلام اور دعائیں۔

والسلام .... آپ کی بیٹیاں۔ چار نام

اسلام آباد سے آنے والا دوسرا خط:

ہم جانتی ہیں کہ آپ کا وقت بہت قیمتی ہے اور آپ جس طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں آپ کو بیٹیوں کی شادی کے مسئلے میں کوئی مشکل پیش

نہیں آئی ہو گی مگر آپ ہمارے اس خط کو ضرور پڑھیں اللہ تعالیٰ آپ کا اقبال بلند کرے۔ آپ ہماری بات پر ہمدردانہ غور فرمائیں۔ ہم چار بہنیں ہیں ماں باپ سفید پوش ہیں پہلے ہی مقروض ہیں۔ میں نوکری بھی کر رہی ہوں۔ میں کمپیوٹر پر کام کرتی ہوں یعنی کمپوزنگ وغیرہ مگر پھر بھی گھر کا خرچہ پورا نہیں ہوتا۔ بجلی، پانی، گیس اور ٹیلی فون کے بل کی ادائیگی کے بعد ہم اس قابل بھی نہیں ہوتے کہ گھر میں بڑا گوشت پکا سکیں۔ روزانہ دال سبزی پر گزارا ہوتا ہے۔ ان حالات میں ہمارے ماں باپ ہماری شادی کے لئے شادی ہال اور بارات کو مرغے کھلانے کا کیسے انتظام کریں۔

ہم شادی کے انتظار میں بوڑھی ہو رہی ہیں۔ معاشرہ، دین اور والدین کی عزت اجازت نہیں دیتی کہ ہم گھر سے بھاگ جائیں اور کہیں شادی کر لیں ناجائز تعلقات قائم کرنے کے لئے تو ہم کو بڑی بڑی رقوم کی آفرز ہوتی ہیں مگر شادی کرنے کے لئے ہمارے والدین سے بارات کے کھانے اور جہیز کا مطالبہ کیا جاتا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شادی مہنگی اور زنا سستا ہے۔ غریب تو کسی نہ کسی طرح اس مسئلہ سے نپٹ لیتے ہیں۔ مگر سفید پوش اور درمیانہ طبقہ کی لڑکیاں اس ظلم کی چکی میں پس کر رہ گئی ہیں۔ کبھی کبھی دل کرتا ہے کہ گھر سے بھاگ کر کہیں پیشہ کر لوں

تا کہ چھوٹی بہنوں کی شادی اور جہیز کے لئے رقم اکٹھی کر سکوں کہتے ہیں کہ اسلام میں لڑکی والوں پر کوئی بوجھ نہیں ہوتا مگر ہمارے مولوی یہ بات نہیں بتاتے کاش ہم کسی عرب ملک میں پیدا ہوئی ہوتیں جہاں ہمارے والدین کو ہماری وجہ سے ٹی بی نہ لگتی اور ہم شادی کے انتظار میں بوڑھی نہ ہوتیں۔ آپ سے استدعا ہے کہ ہماری طرح لاکھوں بیٹیوں کو مدنظر رکھیں اور ان ظالم رسومات اور ان کو پروان چڑھانے والوں سے اس معاشرے کو پاک صاف کر دیں۔ ہمدرد دواخانہ کے بانی جناب حکیم سعید صاحب نے صحیح کہا تھا کہ ان کا بس چلے تو شادی ہالوں کو آگ لگا دیں۔ پولٹری فارم اور شادی ہال کے مالکوں کو اللہ پر بھروسہ نہیں کہ ان کو اللہ تعالیٰ رزق دے گا شادی ہال تعلیمی اداروں میں تبدیل کریں تو فائدہ بھی ہو اور غریبوں کی عزت بھی بچ جائے۔ اللہ ہمارے علماء کو بھی ہدایت دے سیاست پر بہت باتیں کرتے ہیں۔

لیکن بیاہ شادی کی غیر اسلامی رسومات کو خود پروان چڑھاتے ہیں نکاح پڑھانے کی اچھی خاصی رقم لیتے ہیں۔ خوب کھانا کھلانے والے کا مال مشکوک ہی کیوں نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ایک لقمہ حرام کھانے سے چالیس دن کی نمازیں ضائع ہو جاتی ہیں اور کھانے والے باراتی ذرہ برابر بھی نہیں سوچتے کہ لڑکی والوں نے سود پر قرضہ اُٹھا کر

بھیک اور زکوٰۃ اکٹھی کر کے کھانا پکایا ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ آپ کو ہمارے جیسے حالات سے بچائے۔ اگر آپ کی بھی چار بیٹیاں ہوتیں اور آمدن محدود ہوتی اوراوپر سے جہیز اور بارات کے کھانے کا پرزور مطالبہ درپیش ہوتا تو آپ ہماری مشکل کا اندازہ کرتے۔ آپ سے درخواست ہے کہ بیاہ شادی صرف جمعہ والے دن عصر اور مغرب کے درمیان مسجدوں میں ہوا کرے گی اور وہیں سے رخصتی ہوا کرے گی اس پرعمل ہو جاتا تو شادی پر فیشن پریڈ اور میک اپ کا خرچہ ختم ہو جاتا۔

اللہ تعالیٰ نے تو لڑکی کو رحمت کہا ہے مگر یہاں پر دو چار لڑکیاں پیدا ہو جائیں تو ماں باپ خودکشی کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ لڑکی والوں کا کیا قصور ہے کہ وہ اس کو رخصت کرنے کے لئے اپنی پونجی لگائیں اور قرضہ کا بوجھ اُٹھائیں گھر سے کوڑا کرکٹ اٹھانے کے لئے بھنگی پیسے لیتا ہے اور ہم لڑکیوں کو اٹھانے کے لئے یہ مہذب بھنگی جہیز اور بارات کے کھانے کی شکل میں پیسے مانگتے ہیں۔ کیا اللہ تعالیٰ نے ہم کو کوڑا کرکٹ پیدا کیا ہے؟

مسئلہ تو یہ ہے کہ سخت قانون بنائیں اور اس پر عمل کروائیں نہ کہ اس کو ختم کروائیں۔ آپ کے بیانات پڑھ کر دل دھڑکتا ہے کہ آپ یہ قانون ختم نہ کرا دیں خدارا شادی بیاہ پر دعوت کے خاتمے کے ساتھ ساتھ

جہیز لینے پر بھی کڑی سزا دیں۔ شریعت کورٹ نے سود کے خلاف تو بڑے بڑے زوروشور سے فیصلہ دیا ہے حالانکہ جہیز اور بارات کو ختم کر کے اسلامی طریقے سے شادی کا قانون نافذ کریں اور اس سلسلہ میں اینٹی جہیز کمیٹیاں بنا کر اور چھاپہ مار کر اس لعنت سے نجات دلائی جائے۔ لڑکیوں کے ماں باپ تو اپنی بیٹیوں کو طعنوں سے بچانے کے لئے جہیز دینے پر مجبور ہوتے ہیں۔ لڑکی والے خوف اور سسرال کے طعنہ کے ڈر سے جہیز دیتے ہیں کوئی خوشی سے نہیں دیتا۔ قانون بنا کر توڑنے والے کو اللہ تعالیٰ ضرور سزا دیتا ہے۔ آپ حکومت کو مجبور کریں کہ کھانا نہ دینے کے حکم پر سختی سے عمل کروائے اور کڑی سے کڑی سزا دے یہ دہشت گردی کے زمرے میں آتا ہے اور اس سے دہشت گردی کے قانون کے تحت ہی نپٹا جائے۔ آپ سے پُر زور اپیل کی جاتی ہے کہ آپ ہمارے اس خط کو ہماری دوسری بہنوں کی آواز سمجھتے ہوئے ہمدردانہ غور فرمائیں اور معاشرے کی اس لعنت سے نجات دلا کر لاکھوں بیٹیوں کی دعائیں لیں۔

اللہ تعالیٰ آپ کا اقبال بلند کرے۔ والسلام۔

قوم کی مظلوم بیٹیاں

ایک مثالی شادی

مولانا محمد بخش مسلم بی-اے

حضرت سعید بن میبّب رحمتہ اللہ علیہ اسلامی دنیا میں سید التابعین کے لقب سے ملقب ہیں۔ آپ کو پانچ سو جلیل القدر صحابہ کی شاگردی کا فخر حاصل ہے۔ حضرت سعید بن میبّب رحمتہ اللہ علیہ موصوف پچاس برس تک مسجد نبوی میں بیٹھ کر تشنگانِ علوم نبوی کی پیاس بجھاتے رہے۔ علاوہ ازیں آپ مشہور ترین ہستی (اَعْلَمُ النَّاسَ بِعِلْمِ رَسُوْلَ اللّٰہِ) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے داماد بھی تھے۔ سعید بن میبّب رحمتہ اللہ علیہ کی ایک لڑکی فاطمہ تھی موصوفہ کو قرآن از بر ہونے کے علاوہ پانچ ہزار احادیث زبانی یاد تھیں اور حسن ظاہری کی یہ حالت تھی کہ اجمل النسافی العرب کا مقولہ عفیفہ کے حق میں زبان زد خلائق تھا۔ غرض کہ فاطمہ کا خلق ظاہری اور خلق باطنی میں اپنے عصر میں کوئی شریک و سہیم نہ تھا۔ فاطمہ کا یہ شہرہ سن کر عبدالملک بن مروان نے (جو مراکش سے لے کر افغانستان تک واحد حکمران تھا) چاہا کہ کسی صورت فاطمہ کو اپنے ولی عہد بیٹے ولید بن عبدالملک کے عقد میں دے دے۔ ''ولید'' کی عیاشی، بدعملی، اسلام سے بے خبری شہرہ آفاق تھی۔ ولید اگرچہ ایک فقید المثال تاجدار کا ولی عہد تھا۔ لیکن کردار میں فاطمہ بنت سعید سے سراسر مختلف واقع ہوا تھا۔ عبدالملک نے ایک خاص معتمد، معتبر، معزز شاہی کی

وساطت سے یہ پیغام سعید بن مسیّب رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں پہنچایا کہ میرے لختِ جگر ولید کو جو کل میرے بعد تاج وتخت کا وارث ہے۔ دامادی میں منظور کرلیا جائے۔ پیغامبر نے اس حربہ کو بھی اپنی پوری قوت اور طاقت کے ساتھ استعمال کیا۔ جس سے ایک متزلزل الایمان شخص پر اس کے قلب کو مجروح کرنے کے بعد نہایت آسانی اور سہولت سے ہر طرح کا قبضہ کیا جا سکتا ہے۔ یعنی مبلغ تیس ہزار روپیہ انعام اور ایک بڑے جلیل القدر منصب کا قلم دان آپ کے حوالے کر دینے کا وعدہ سنایا۔

سعید بن مسیّب رحمتہ اللہ علیہ نے نہایت بے باکی اور بے خوفی سے کہا کہ مجھے کوئی انکار نہیں مگر بات یہ ہے کہ ولید شرابی ہے، بداخلاق ہے، عیاش ہے اور قرآن کریم کہتا ہے۔

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْ قُوْ اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا ○

ترجمہ: اپنی جانوں اور اپنے اہل خانہ کو نارِ جہنم سے بچاؤ۔

ایک بداخلاق، بے دین جاہل شخص کے نکاح میں لڑکی کو دے دینا جرم عظیم ہے۔ جس کی توقع ایک شفیق اور دور اندیش باپ سے ہرگز نہ کرنی چاہیے۔ عبدالملک کو چاہیے کہ وہ کوئی اپنا ہمسر تلاش کرے قاصد نے یہ روکھا اور دوٹوک جواب عبدالملک کو من وعن جا کر کہہ دیا۔ جواب کے سنتے ہی عبدالملک بن مروان نے آگ بگولہ ہو کر کہا کہ اس سعید

کے ساتھ وہ سلوک اور معاملہ کیا جائے گا۔ جس سے مجبور ہو کر وہ خود اپنی لڑکی کو شاہی حرم سرا میں لائے گا۔

بغاوت کا جھوٹا الزام:

گورنر مدینہ کے نام شاہی حکم صادر ہوا کہ سعید ابن المسیب رحمتہ اللہ علیہ امیر المومنین کے خلاف خفیہ بغاوت کا مرتکب ہوا ہے اور اس کی سزا فی الحال یہ تجویز پائی ہے کہ سو کوڑے لگائے جائیں اور سزا دینے والے دس نوجوان زور آور منتخب کئے جائیں۔ جب ایک آدمی اپنی پوری قوت کے ساتھ دس ضربیں لگائے تو فوراً دوسرا تازہ دم شروع کر دے۔ ازاں بعد برفاب میں نمک ملا کر سعید کو غسل کرایا جائے۔ بعد از غسل اون کے کپڑے برفاب میں بھگو کر پہنائے جائیں۔ تین دن رات متواتر میدان میں کڑی نگرانی میں کھڑا رکھا جائے۔ چنانچہ ویسا ہی کیا گیا۔ حضرت سعید بن مسیّب رحمتہ اللہ علیہ نے یہ سزا نہایت خندہ پیشانی سے برداشت کی۔ سزا بھگتنے کے بعد حسب معمول مسجد نبوی میں تدریس حدیث میں مشغول ہو گئے۔

کچھ عرصے بعد ایک دن اختتام درس پر جب لوگ واپس جا رہے تھے تو اپنے ایک شاگرد ابو دواع کو بلا کر فرمایا کہ تین دن تم نظر نہیں آئے۔ شاگرد رشید ابو وداع نے جواب میں عرض کیا کہ جناب میری بیوی کا انتقال ہو گیا ہے۔ تین روز اس کے سوگ میں مشغول رہا۔ سعید

بن مسیّب رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا۔ دوسری شادی کا ارادہ ہے؟ ابو وداع نے عرض کیا کہ حضرت مجھے دو دن سے متواتر فاقہ ہے۔ میں نکاح کس طرح کرسکتا ہوں۔ میری ناداری اور افلاس کا یہ حال ہے کہ اگر بالفرض کوئی شخص مجھے رشتہ دے بھی تو میں ایک درہم مہر ادا کرنے کی طاقت اور گنجائش نہیں رکھتا۔ ابو وداع کی بات سننے کے بعد سعید بن مسیّب رحمتہ اللہ علیہ نے پانچ اشخاص کے نام گنوائے اور فرمایا کہ ان کو میرے نام پر اسی وقت بلا کر لاؤ چنانچہ حسب ارشاد وہ پانچ اشخاص کو بلا کر لائے۔ جب سب آپ کے پاس بیٹھ گئے۔ تو حضرت سعید بن مسیّب نے ایک مسنون خطبہ دیا۔ خطبہ سے فارغ ہونے کے بعد فرمایا کہ میری بیٹی فاطمہ جس کا رشتہ امیر المومنین عبدالملک بن مروان نے اپنے ولی عہد کے واسطے مانگا اور اپنی پوری سلطنت کا زور ایڑی چوٹی تک لگانے کے بعد ناکام اور بے مراد رہا ہے۔ میں اپنی گرہ سے مبلغ دس درہم ابو وداع کی طرف سے حق مہر ادا کرنے کے بعد اس مفلس اور نادار شخص ابو وداع سے اس کا نکاح کررہا ہوں۔

رخصتی:

ابو وداع کہتے ہیں کہ میں ایجاب وقبول کے بعد اپنی جھونپڑی میں آیا اور مجھے بار بار یہ وہم ستاتا تھا کہ یہ ماجرا اور یہ مسئلہ کہیں خواب کا نہ ہو۔ بھلا یہ کب ہوسکتا ہے کہ جس مقصد اور جس غرض کے حاصل کرنے

کے واسطے حکومت وقت خزانے خرچ کرنے اور اپنی قہر و مانی قوت کا پورا مظاہرہ کرنے کے بعد بھی ناکام رہی ہو۔ مجھ جیسا افلاس زدہ شخص اس دولت کو کس طرح پا سکتا ہے۔ میں اسی کشمکش اور ادھیڑ بن میں تھا کہ اے الہ العالمین یہ واقع اور حقیقت ہے یا خواب اور خیال ہے۔ تو باہر سے کسی نے دستک دی میں دوڑتا ہوا دروازے پر پہنچا۔ اور پوچھا کہ کون ہو تو جواب میں آواز آئی کہ سعید بن میبّب ہوں۔ میں نے عرض کیا حضرت خیر باشد! رات کے وقت تشریف آوری کا سبب؟ اگر میرے متعلق کوئی حکم تھا تو مجھے بلا لیا ہوتا۔ آپ نے کیوں تکلیف فرمائی۔ فرمایا کوئی کام نہیں کوئی حکم نہیں۔ آج فاطمہ تمہارے نکاح میں آ کر تمہاری بیوی ہو چکی ہے میں نے اس کو رات اپنے گھر میں رکھنا مناسب نہیں سمجھا۔ اسے ساتھ لایا ہوں اس کو اندر جانے دو۔

ابو وداع کہتے ہیں کہ اس فرشتہ سیرت مجسمہ عصمت کو میرے حوالے کر کے خدا حافظ کہا اور حضرت سعید بن میبّب واپس تشریف لے گئے۔

جہیز ایک غیر اسلامی تصور

شہاب الدین ندوی

عورت انسانی تمدن کا مرکز و محور اور باغ انسانیت کی زینت ہے۔ عورت ہی کے دم سے تہذیب و تمدن کی گاڑی رواں دواں ہے عورت ہی اس کائنات کا اصلی حسن ہے۔ عورت ہی کے دم سے زندگی کی بہار ہے۔ عورت ہی مرد کی زندگی میں نکھار لانے والی اور اس کی زندگی میں ہماہمی پیدا کرنے والی ہے۔ عورت ہی بزم زندگی کی شمع اور دلوں میں سوز و گداز پیدا کرنے والی ہے۔ عورت کے وجود سے ہی زندگی کے نغمے پھوٹتے ہیں اور مردہ دلوں میں ولولے بیدار ہوتے ہیں۔ یہ عورت ہی ہے جو مرد کو کار زار حیات میں تگ و دو کرنے اور جہد مسلسل میں منہمک رہنے پر مجبور کیے رکھتی ہے۔ عورت ہی کی بدولت مرد ریگزاروں کو گلزاروں اور گلستانوں میں تبدیل کر کے زندگی کو ہر آن اور ہر لمحے ایک نیا رُخ دینے کی کوشش کرتا رہتا ہے۔ غرض عورت مرد کو ہر آن اور ہر لمحے مصروف عمل رکھتی ہے۔ جس کی وجہ سے تہذیب و تمدن کے نئے نئے میدان کھلتے ہیں اور نئی نئی منزلیں سامنے آتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے عورت کو حسن و جمال اور سوز و گداز سے نوازا ہے جو مرد کی تسکین قلب کا باعث اور اس کی تنہائیوں کو دور کر کے روحانی سکون کا ذریعہ بنتی ہے۔

اس اعتبار سے مرد کی مونس اور غمخوار اور اس کے سکون قلب کا باعث ہے۔

اللہ نے مرد کو جسمانی اعتبار سے قوی ہیکل اور مضبوط و طاقتور بنایا ہے تا کہ وہ کارزار حیات میں سخت سے سخت محنت اور مشقت کے کام کر سکے۔ اس کے برعکس عورت کو نرم و نازک اور گداز جسم والی بنایا ہے جو گھر کے ہلکے پھلکے کام کر سکے اور خاص کر مرد کا دل لبھا کر اسے سکون و تازگی بخش سکے تا کہ وہ جہد مسلسل میں برابر منہمک رہے اور اپنے وظیفہ حیات سے اکتا نہ جائے ورنہ انسانی تمدن کی گاڑی رواں دواں رہنے کی بجائے بالکل ٹھپ ہو کر رہ جائے گی۔ اس اعتبار سے عورت حقیقتاً انسانی تمدن کا مرکز ومحور اور باغ انسانیت کی زینت ہے۔ اس کے بغیر مرد کی زندگی بالکل سونی سونی اور بے مزہ سی ہے۔ اگر عورت نہ ہو تو پھر سارا معاشرہ اور سارا تمدن منتشر و پراگندہ ہو جائے گا اور پوری انسانی تہذیب اجڑ کر رہ جائے گی۔

مرد و عورت دونوں ایک دوسرے کے لئے لازم و ملزوم ہیں اور انسان ہونے کی حیثیت سے دونوں برابر برابر ہیں۔ اسلام نے اگرچہ مردوں کی بالادستی ضرور تسلیم کی ہے مگر اس کے ساتھ ساتھ عورتوں کے حقوق کی بھی نگہداشت کی ہے۔ چنانچہ ایک مختصر ترین جملہ میں اس نے نہایت درجہ فراخدلی کے ساتھ وہ سب کچھ عطا کر دیا ہے جس کی وہ مستحق ہیں۔

ولھن مثل الذی علیھن بالمعروف○ (سورۃ بقرہ، آیت نمبر ۲۲۸)

ترجمہ: ”اور معروف طریقے سے عورتوں کے بھی ایسے ہی حقوق ہیں

جیسے کہ ان پر عائد ہوتے ہیں''۔ اس اعتبار سے عورت اسلام کی نظر میں کمتر یا ادنیٰ درجے کی مخلوق نہیں بلکہ نہایت ہی معزز اور باوقار شخصیت کی حامل ہے۔ مگر زمانہ حال کے بعض رسم و رواج اور خاص کر فرمائشی جہیز جیسی لعنت کی وجہ سے آج پاکستانی معاشرہ میں عورت کی عزت دو کوڑی کی بھی نہیں رہ گئی ہے بلکہ وہ ترکاری کے بھاؤ بک رہی ہے۔

فرمائشی جہیز ایک بدترین رواج ہے۔ جو نہ صرف خلاف شریعت ہے بلکہ یہ لعنت حقیقتاً فساد تمدن کا باعث ہے۔ کیونکہ نظامِ فطرت کے مطابق مرد طالب اور عورت مطلوب ہوتی ہے اور اللہ نے مرد کو جسمانی اعتبار سے قوی ہیکل اور مضبوط و طاقتور اس لئے بنایا ہے کہ وہ جہاد زندگی میں حصہ لے کر معاشی بار بوجھ کو از خود برداشت کرنے کے قابل بن سکے مگر جہیز کی رسم رواج کے باعث یہ ترتیب الٹ جاتی ہے اور مرد بجائے طالب ہونے کے مطلوب اور عورت بجائے مطلوب ہونے کے طالب بن جاتی ہے۔ گویا کہ عورت کی ضرورت مرد کو نہیں بلکہ مرد کی ضرورت عورت کو ہے۔ جہیز کا مطالبہ دو حیثیتوں سے برا ہے ایک یہ کہ شریعت میں اس کی کوئی حیثیت نہیں ہے بلکہ یہ درحقیقت ایک غیر شرعی فعل ہے اور اس غلط رسم و رواج کی وجہ سے معاشرہ میں تباہی آئی ہوئی ہے اور غریب لڑکیوں کی شادی ایک نہایت مشکل مسئلہ بن گئی ہے۔ کیونکہ نکھے اور لالچی مرد کسی ایسی لڑکی کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھتے جو غریب ہو اور جہیز میں کوئی چیز نہ لا سکتی ہو۔ گویا کہ شادی کے لئے

لڑکی نہیں مال و دولت مطلوب ہے۔ حالانکہ مال و دولت کا مقصد نکاح سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

اور دوسری بات یہ کہ جہیز کے رواج کی وجہ سے آج کل کے نوجوانوں میں کام چوری اور عیاشی کا جذبہ فروغ پا رہا ہے۔ چنانچہ اکثر نوجوان یہ چاہتے ہیں کہ بغیر ہاتھ پیر ہلائے لڑکی کے ساتھ مفت میں سارا مال اور سامان عیاشی مہیا ہو جائے۔

ظاہر ہے کہ اس سے نہ صرف کاہلی اور کام چوری کے جذبات فروغ پائیں گے بلکہ یہ چیز دراصل نظام تمدن میں فساد برپا کرنے والی ہو گی کیونکہ تمدن کے فروغ اور اس کی ترقی کے لئے ضروری ہے کہ انسان خود سے محنت کرے اور ہاتھ پیر ہلا کر اپنے پیروں پر آپ کھڑا ہونے کی کوشش کرے اور پھر جو مال مفت میں آتا ہے لوگ اس کی قدر نہیں کرتے بلکہ وہ عیاشی کی نذر ہو کر بہت جلد ہاتھ سے نکل جاتا ہے۔ مثل مشہور ہے "مال مفت دل بے رحم" چنانچہ موجودہ دور میں عیاشیوں اور خرمستیوں کی جو وباء پھیلی ہوئی ہے اس کی ایک بڑی وجہ "مال مفت" ہی ہے۔

جہیز اور اس جیسی دیگر بُری رسومات حقیقتاً نظام فطرت کو بگاڑنے اور خدائی قانون و شریعت میں رخنے ڈالنے والی ہیں لہٰذا ان سے اجتناب ضروری ہے۔ یہ رسوم دراصل غیر مذاہب سے در آئی ہیں جو غیر اسلامی ہیں۔ لہٰذا آج اہل اسلام کو ان کے خلاف جہاد کرنا اور انہیں بیخ و بن سے اکھاڑ پھینکنا ضروری ہے۔ اہل اسلام ایک نظریاتی ملت ہیں جن

کا کام قوموں اور ملکوں کے غلط اور غیر معقول رسوم و رواجات کی تقلید نہیں بلکہ ان کی تردید ہے مگر یہ دیکھ کر بہت افسوس ہوتا ہے کہ آج دیگر قوموں کے ساتھ ساتھ مسلمان بھی اس بلا اور موذی مرض میں مبتلا نظر آ رہے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ اسلامی شریعت نے جہیز کو پوری طرح نظر انداز کر دیا ہے لہٰذا شرعی حیثیت سے اس کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ چنانچہ قرآن و حدیث میں ایسی کوئی ''نص'' یعنی صراحت شدہ بیان یا حکم موجود نہیں ہے جس کی بنا پر اس کو ضروری قرار دیا جا سکتا ہو۔ بلکہ اس کے برعکس شریعت نے گھریلو ضروریات کی فراہمی مرد پر واجب قرار دی ہے جو ''نفقات واجبہ'' کے ذیل میں آتی ہیں اور گھریلو ضروریات میں کھانے پکانے کے برتن اور بستر وغیرہ سب کچھ آ جاتے ہیں۔ عورت کا نفقہ ہر حال میں مرد پر فرض ہے خواہ عورت اپنے ماں باپ کے گھر میں ہی کیوں نہ رہ رہی ہو۔ اس لحاظ میں اس کی ذرا بھی اہمیت ہوتی تو وہ صاف وصریح الفاظ میں اسے ضروری قرار دیتی مگر پورے قرآن اور تمام احادیث میں اس کی طرف اشارہ تک نہیں ملتا بلکہ اس کے برعکس قرآن اور حدیث سے یہ بات نکلتی ہے کہ نکاح کے لئے مال خرچ کرنا، ولیمہ کرنا اور عورت کا نان نفقہ برداشت کرنا سب کچھ مرد کا ذمہ ہے۔ لڑکی یا لڑکی کے باپ پر اس سلسلے میں کوئی ذمہ داری عائد نہیں ہوتی ایک داماد کو

دراصل اپنے سسر کا ممنون و مشکور ہونا چاہیے کہ اس کی خدمت اور فائدے کے لئے اس نے اپنی لخت جگر کو دل پر صبر کی سیل رکھ کر اس کے حوالے کر دیا ہے۔ لڑکی کے باپ کا ایک داماد کے لئے اصل تحفہ تو خود دلہن ہے جو اگر نیک و صالحہ ہے تو حدیث کی تصریح کے مطابق دنیا کا سب سے بڑا تحفہ ہے کیونکہ عورت صحیح معنی میں انسانی تمدن اور اس کے ارتقاء کا بنیادی عنصر ہے اور چمن زار حیات کی رونق اس کے دم سے ہے۔ اگر وہ نہ ہو تو بزم کائنات بالکل سونی سونی بلکہ خاموش ہو جائے۔ اس اعتبار سے دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ جہیز کا موجودہ نظریہ ایک غلط اور جاہلی رواج ہے۔ کیونکہ اول تو وہ لڑکی کے باپ پر ایک غیر عقلی و غیر فطری بوجھ ہے اور دوسرے یہ کہ اس غلط رواج کی وجہ سے غریبوں کی زندگی دوبھر ہو جاتی ہے۔ اس وجہ سے شریعت میں اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ کیونکہ وہ نہ صرف خلاف عقل اور ظلم بے جا ہے بلکہ مفت خوری اور عیاشی کا بھی ایک ذریعہ ہے اور اس منحوس رسم و رواج ہی کی وجہ سے آج کل کے بہت سے نوجوان کاہل اور عیاش نظر آتے ہیں اور کارزار حیات میں محنت و مشقت کرنے سے جی چراتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ جب مفت میں نہ صرف لڑکی بلکہ لڑکی والوں کا بہت سا مال و متاع بھی مل رہا ہو تو وہ موج و مستی اور خود فریبی کا ایک سستا نسخہ بن جاتا ہے۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ ہندو قانون کے مطابق وراثت میں ایک

عورت کا کوئی حصہ نہیں ہوتا۔ اس لئے اسے شادی کے وقت خوب اچھی طرح سجا سنوار کر اور بہت کچھ دے دلا کر رخصت کر دیا جاتا تھا اور یہ رسم شروع شروع میں ہندو مذہب کے صرف اونچے طبقات تک ہی محدود تھی مگر آج اس کی جڑیں نہ صرف ہندو معاشرے میں پیوست ہو چکی ہیں بلکہ اس منحوس رسم نے مسلم معاشرے کو بھی اپنے گھیرے میں لے لیا ہے۔
قرآن و حدیث میں کہیں بھی یہ بات مذکور نہیں کہ جب تم اپنی لڑکی کو بیاہ کر کے رخصت کرنے لگو تو اس کے ساتھ ساتھ سامان بھی بطور جہیز ضرور دو مگر اس سلسلے میں بعض لوگوں کو غلط فہمی ہوئی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی لاڈلی بیٹی اور خاتون جنت حضرت فاطمۃ الزہرا کو کچھ چیزیں رخصتی کے وقت دی تھیں اور اس بنا پر سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر شریعت کی رو سے جہیز دینا ضروری نہیں ہے تو پھر خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسا کیوں کیا تھا؟ تو اس کے جواب کی کئی صورتیں ہیں۔ سب سے پہلی بات یہ ہے کہ سرکار دو جہاں نے اپنی لخت جگر کو جو چیزیں عنایت فرمائیں تھیں وہ نہایت درجہ معمولی چیزیں تھیں جو جہیز کی تعریف میں نہیں آتیں۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو ایک چادر ایک مشک اور ایک تکیہ دیا تھا جس میں (اذخر نامی) گھاس بھری ہوئی تھی“ اور بعض کتابوں میں ایک بستر کا تذکرہ بھی ملتا ہے۔ کیا

یہ چیزیں واقعتاً جہیز ہیں؟ پھر کیا ان چیزوں کو موجودہ دور کے پُر تکلف اور انواع و اقسام کے سامانوں اور دنیا بھر کی خرافات سے کوئی تعلق ہے؟ دوسری بات یہ کہ بعض کتابوں میں تصریح موجود ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنی بیٹی کو جو چیزیں عنایت فرمائی تھیں وہ اپنی طرف سے نہیں تھیں بلکہ دراصل حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ''مہر معجّل'' لے کر اس سے وہ چیزیں خریدوائی گئی تھیں چنانچہ یہ واقعہ اس طرح مذکور ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس ایک ذرہ تھی۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس کو فروخت کرنے کا حکم دے دیا، اور اس سے ۴۸۰ درہم حاصل ہوئے پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اس رقم سے کچھ خوشبو، کپڑے اور فلاں فلاں چیزیں خرید کر لاؤ۔ چنانچہ اس فہرست میں بستر اور تکیہ بھی تھا یہ ہے جہیز فاطمہ کی حقیقت۔ ظاہر ہے کہ اول تو یہ سرے سے جہیز ہے ہی نہیں لیکن اگر اس کو بالفرض جہیز تسلیم کر بھی لیا جائے تو وہ لڑکی کے باپ کی طرف سے نہیں بلکہ داماد کی طرف سے حاصل کردہ مہر کے پیسوں سے ہے۔ لہٰذا اس کو جہیز اور وہ بھی فرمائشی جہیز سے کیا نسبت ہے؟ تیسری بات یہ ہے کہ اگر جہیز دینا شریعت کی نظر میں اہم ہوتا تو پھر آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنی تمام شہزادیوں کو بھی جہیز دیتے۔ چنانچہ آپ کی چار شہزادیاں تھیں مگر تاریخ و روایات سے یہ بات ثابت نہیں ہے کہ آپ

نے سوائے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے کسی دوسری صاحبزادی کو اس قسم کی چیزیں دی ہوں۔ لہٰذا لڑکی کے لئے جہیز شرعاً غیر ضروری ہے۔

چوتھی بات یہ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پروردہ تھے اور وہ آپ ہی کے ساتھ رہتے تھے۔ لہٰذا اگر آپ نے کوئی چیز دی بھی تو وہ بطور جہیز نہیں بلکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ایک سرپرست ہونے کی حیثیت سے دی تھی۔ ظاہر ہے کہ ایک سرپرست ہونے کے ناطے بیٹی داماد کے لئے کچھ نہ کچھ انتظام تو کرنا ہی پڑتا ہے۔ پانچویں بات یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس طرز عمل میں موجودہ دور والوں کے لئے بڑی عبرت ہے کہ آپ نے اپنے داماد کو کچھ بھی نہیں دیا نہ جوڑا نہ گھوڑا نہ کاریں وغیرہ اور داماد نے بھی اپنے سسر سے کسی چیز کا مطالبہ نہیں کیا نہ گھوڑے کا نہ اونٹ کا اور نہ سونے چاندی کا۔ کیونکہ یہ ساری چیزیں مقصد ازدواج سے میل نہیں کھاتیں۔ ظاہر ہے کہ یہ سنت رسول کا سب سے زیادہ تابناک پہلو ہے جو عصر جدید کے لئے ایک تازیانہ ہے تو آج کے مسلمان اپنے پیارے رسول کی اس پیاری سنت پر عمل کیوں نہیں کرتے۔ جس میں ان کی زندگی کی ضمانت ہے۔ ظاہر ہے کہ ایک مسلمان کی سعادت کے لئے اس سے بڑا نمونہ اور کیا ہوسکتا ہے؟ اور جس چیز کو خدا اور اس کے رسول نے غیر ضروری قرار دیا ہے اس پر اصرار کیوں؟ یہی وجہ ہے کہ شریعت کی نظر

میں اس قسم کے مطالبات ناجائز اور حرام ہیں اور جو لوگ اپنی عیاشیوں کے لئے ناجائز طریقوں سے اپنے سسرال والوں کو لوٹنے کی کوشش کرتے ہیں وہ دراصل ڈاکو ہیں جو ایک جونک کی طرح سسرالی رشتہ داروں کا خون چوستے رہتے ہیں اور ایسے لوگ دراصل اپنے پیٹوں میں دوزخ کی آگ بھرتے ہیں۔ جن کے دلوں سے خوف خدا پوری طرح رخصت ہو گیا ہے اور اس لوٹ کھسوٹ میں وہ لوگ بھی کچھ پیچھے نہیں ہیں۔ جو مسجدوں میں اگلی صفوں میں دکھائی دیتے ہیں گویا کہ نماز اور کلمہ کی حقیقت ان کے حلق کے نیچے نہیں اتر سکی ہے۔ غرض ان ملاحظات سے بخوبی واضح ہو گیا کہ اسلامی شریعت میں جہیز کی کوئی اہمیت نہیں ہے بلکہ اگر اہمیت ہے تو مہر کی ہے مگر موجودہ دور میں اس کے برعکس ''جہیز نقد اور مہر ادھار'' ہو کر رہ گیا ہے جو ایک جاہلی طریقہ ہے۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ جس چیز کو اسلامی شریعت نے فرض قرار دیا ہے اس کی تو موجودہ مسلمان کی نظر میں کوئی اہمیت نہیں ہے مگر جس کی کوئی اہمیت نہیں ہے اس پر اصرار ہے تو یہ قانون الٰہی کے ساتھ ایک مذاق ہے جو غضب الٰہی کو دعوت دینے والا ہے۔ نیز حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس واقعہ میں ہمارے لئے ایک اور عبرت بھی موجود ہے وہ یہ کہ نکاح کے بعد ولیمہ کرنا لڑکی کے باپ کا ذمہ نہیں بلکہ خود لڑکے کا ذمہ ہے۔ بہر حال شادی بیاہ انتہائی سادگی کے ساتھ اور اپنی بساط کے مطابق کرنی چاہیے

کیونکہ وہ خانہ آبادی کا ذریعہ ہوتی ہے نہ کہ خانہ بربادی کا چنانچہ اس سلسلے میں خود سرکار دو عالم کی لختِ جگر اور خاتون جنت کی شادی اور رخصتی جس سادگی کے ساتھ اور ہر قسم کے تکلفات سے عاری ہو کر عمل میں آئی تھی وہ ساری امت کے لئے ایک درس اور پوری انسانیت کے لئے ایک یادگار نمونہ و مثال ہے۔ چنانچہ حضرت عائشہ اور حضرت ام سلمٰی رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم کو حکم دیا ہے کہ ہم فاطمہ کو تیار کر کے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا دیں لہٰذا ہم گھر گئے اور اس میں بطحا کی نرم مٹی بچھا دی (گویا کہ یہی فرش تھا) پھر ہم نے دو تکیے رکھ دیئے جن میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی۔ ان کو ہم نے اپنے ہاتھوں سے ٹھیک کیا۔

اللہ اکبر! سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی لاڈلی بیٹی اور مٹی کا فرش اور تکیے کا ہے کے؟ اور پھر حضرت عائشہ اور حضرت ام سلمٰی رضی اللہ عنہما کا یہ کہنا کیا معنیٰ رکھتا ہے کہ ہم نے فاطمہ کی شادی سے بہتر شادی کسی کی نہیں دیکھی؟

گویا انہوں نے دراصل یہ کہنا چاہا ہے کہ جس کسی کو شادی میں اتنی چیزیں بھی میسر آ جائیں وہ اپنے آپ کو خوش قسمت سمجھے لیکن آج ہم نے شادی بیاہ کو اپنی بدعملی کے باعث خواہ مخواہ ایک زحمت کی چیز بنا لیا ہے۔ حالانکہ شادی دیگر ضروریات زندگی کی طرح ایک بالکل آسان چیز

ہے سابقہ بحث سے آپ کو پتہ چل گیا ہوگا کہ تاجدار مدینہ کی سب سے زیادہ چہیتی اور لاڈلی بیٹی کا پُر تکلف نکاح کیسے ہوا؟

کیا اس میں ہمارے لئے کوئی سبق نہیں؟ کیا آج کے امتیوں کو کوئی نسبت ہے اپنے رسول کے اس طرز عمل سے؟ کیا آج کسی کو اس قدر سادگی اور بے تکلفی کے ساتھ اپنی لڑکیوں کا نکاح کرنے میں شرم آتی ہے یا عار محسوس ہوتا ہے؟ کیا سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اگر چاہتے تو اپنی لخت جگر کی شادی نہایت درجہ ٹھاٹھ باٹھ کے ساتھ نہیں کر سکتے تھے۔ پھر آپ نے ایسا کیوں کیا؟ محض اس لئے کہ اپنی امت کے لئے آسانیاں پیدا ہوں اور آپ کی امت بلاوجہ مشقت میں نہ پڑ جائے مگر آج ہم اپنے رسول کی اس سنت پر عمل کرنے میں عار کیوں محسوس کرتے ہیں؟ کیا کسی کی لڑکی مرتبہ میں جگر گوشہ رسول سے بڑھ کر ہوسکتی ہے؟ آج ہم نے جس جھوٹے وقار کو عزت و شان سمجھ لیا ہے وہ محض ایک دکھاوٴ اور نمائش ہے جو خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظر میں ذرا بھی پسند نہیں جو لوگ بلا وجہ مال و دولت کا اسراف کرتے ہیں وہ قرآن کی نظر میں شیطان کے بھائی ہیں۔ اللہ تعالیٰ جب کسی کو مال و دولت دیتا ہے تو وہ آزمائش کی خاطر دیتا ہے۔ جس کا حساب کتاب ہر انسان سے آخرت میں وہ لے گا کہ اس نے خدا کے دیئے ہوئے مال کو دنیا میں کس طرح خرچ کیا؟ لہٰذا انسان کو مال و دولت پا کر مغرور نہیں ہو جانا چاہیے بلکہ خدا کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق اس کو خرچ کرنا

چاہیے ورنہ دین و دنیا دونوں کی تباہی ہے۔ غرض شادی بیاہ کے سلسلے میں خواہ مخواہ اسراف اور فضول خرچی سے کام لینا نہ صرف شرعی اعتبار سے قابل مذمت ہے بلکہ خود معاشرتی و تمدنی نقطہ نظر سے بھی یہ چیز بربادی کا پیش خیمہ ہے۔ شادی کو آسان سے آسان تر ہونا چاہیے جو ہر امیر و غریب کے لئے یکساں طور پر قابل حصول ہو سکے ورنہ زندگی ایک عذاب بن کر رہ جائے گی۔ کھانے پینے کی طرح ازدواجی زندگی بھی فطرت انسانی کا ایک خاصہ ہے اگر اس کا حصول آسان طریقے سے نہیں ہوتا تو پھر وہ ترقی تمدن کی راہ میں نہ صرف مانع ہو جاتا ہے بلکہ فساد تمدن کا بھی باعث بن جاتا ہے لہٰذا انسانی سعادت اور تمدن و معاشرت کی ترقی اسراف اور بے جا پابندیوں میں نہیں بلکہ سادگی اور آسانیوں میں ہے۔

اسی وجہ سے رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی بیٹی کا نکاح انتہائی سادگی کے ساتھ کر کے پوری دنیا کے لئے ایک نمونہ اور مثال قائم کی ہے تا کہ ایک غریب سے غریب آدمی بھی اپنی لڑکی کی شادی بغیر کسی مشقت کے کر سکے اس اعتبار سے یہ سنت رسول ہر امیر و غریب کے لئے ایک رحمت ہے کہ وہ بغیر قرضدار بنے یا اپنے آپ کو نیلام کیے بغیر اس فریضہ سے سبکدوش ہو سکتا ہے اور یہ بات عقلی و شرعی دونوں حیثیتوں سے بعید ہے کہ کوئی شخص اپنی لڑکی یا لڑکے کی شادی کے لئے اپنے گھر بار کو فروخت کر دے یا بھاری سودی قرضہ لے کر اپنے آپ کو ہمیشہ کے لئے رہن رکھ دے یہ زندگی نہیں موت ہے اور آج کل ”موت کے

سوداگروں" کو اس کی کوئی پرواہ نہیں ہے کہ اپنی ایک دن کی سلطانی کے لئے دوسروں کے گھروں کو آگ لگا دی جاتی ہے گویا کہ ایک کی خوشی دوسرے کے لئے پیام موت ہے۔ اور اس اعتبار سے تعمیر کرتا ہے مگر کیا اس کی یہ عمارت مضبوط و مستحکم رہے گی؟ نہیں بلکہ جلد یا بدیر اس کو بھی اسی منزل سے گزرنا پڑے گا جس منزل میں وہ دوسروں کو آہ و بکا میں مصروف چھوڑ کر آگے بڑھ گیا تھا یعنی "جیسی کرنی ویسی بھرنی" مگر وہ اس اپنے انجام بد سے غافل کیوں ہے؟ اور نوشتہ دیوار کیوں نہیں پڑھتا؟

غرض ہماری سعادت اور خوش بختی اسی میں ہے کہ ہم اسلام کی عطا کردہ اس سادگی کو ایک رحمت تصور کرتے ہوئے اس سے فائدہ اٹھائیں اور ساری دنیا کی روشنی کی نئی راہ دکھائیں۔ جب تک یہ انقلابی قدم اٹھایا نہ جائے آج بگڑے ہوئے معاشرے کی اصلاح مشکل ہے۔ امت مسلمہ تو ہمیشہ دنیا میں انقلاب برپا کرنے اور بگڑے ہوئے رسوم وخرافات کے خلاف علم جہاد بلند کرنے کے لئے پابند کی گئی ہے بقول اقبال:

جس میں نہ ہو انقلاب موت ہے وہ زندگی
روح امم کی حیات کش مکش انقلاب

واضح رہے کہ امت مسلمہ کی حیثیت اس دنیا میں تماشہ گر کی سی ہرگز نہیں ہے بلکہ اسے اصلاح عالم کا فریضہ سونپا گیا ہے لہٰذا اسے فوری طور پر میدان عمل میں کودنا چاہیے جب اللہ کے کچھ صالح بندے اصلاح معاشرہ کے لئے اُٹھ کھڑے ہو جائیں تو پھر انشاء اللہ آسانیاں خود بخود

پیدا ہو جائیں گی اور ایک نئی قیادت ابھرنے لگے گی۔ واقعہ یہ ہے کہ آج اصلاح امت اور اصلاح معاشرہ کے لئے ایک نئے خون اور ایک نئی قیادت کی اشد ضرورت ہے اور علامہ اقبال کے نقطہ نظر سے اس کے لئے حسب ذیل تین خصوصیات کافی ہیں۔

نگہ بلند سخن دلنواز جان پُرسوز
یہی ہے رخت سفر میر کارواں کیلئے

خلاصہ بحث یہ کہ آج اسوۂ رسول اپنی امت کو آواز دے رہا ہے اور پکار پکار کر کہہ رہا ہے کہ اگر تم اپنی معاشرتی خیر و بہبود چاہتے ہو تو اپنی جھوٹی شان و شوکت، اپنے جھوٹے وقار اور اپنی جھوٹی نمائش اور ریاکاری کو ترک کر کے ہمارے طریقے اور طرز عمل کو اختیار کرو جس میں نہ صرف تمہاری زندگی کا پیام مضمر ہے بلکہ اس میں امیر و غریب سب کی سعادت اور بھلائی کا سامان بھی موجود ہے ورنہ اگر تم ہماری سنت کو ترک کر کے غیروں کے آستانوں ہی کی قدم بوسی کرتے رہو گے اور جاہلی رسوم و خرافات ہی پر مرنے میں اپنی شان سمجھو گے تو پھر تمہاری بربادی کوئی نہیں روک سکتا اور آسمانی فرشتے بھی تمہاری مدد نہیں کر سکتے کیونکہ یہ ساری خرابیاں خود تمہاری اپنی پیدا کردہ ہیں اور اس میں اللہ و رسول کا کوئی قصور نہیں۔

سے چھٹکارا کیسے ممکن ہے؟

جہیز ایک ایسی معاشرتی برائی ہے جس کے پھیلنے پھولنے سے کئی دوسری سنگین برائیوں کے راستے ہموار ہوتے ہیں اور اس طرح معاشرے میں نفسا نفسی اور مادیت پرستی کی دوڑ شروع ہو جاتی ہے۔ کتنی جوان بہنیں بیٹیاں اس کا شکار بن کر دم توڑ دیتی ہیں۔ کتنی معصوم جوانیاں لٹ چکی ہیں اور بڑھاپے کی دہلیز پر دستک دے رہی ہیں۔ نہ جانے کتنے بھائی بہنوں کے جہیز کے لئے کلاشنکوف پکڑنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ غرض اس برائی کے ہاتھوں نہ صرف رشتہ دارو اور رواداری اور ہم آہنگی جیسی چیزیں بھلا دیتے ہیں بلکہ بہت سی برائیاں جنم بھی لیتی ہیں جو معاشرے کے لئے اچھی چیز نہیں ہیں۔

ایک ایسا شخص جو مالدار ہے یقیناً اپنے اسٹیٹس کے مطابق اپنی بیٹی

کی شادی کرے گا اور لڑکی کو جہیز میں ٹی وی، ڈش، وی سی آر فریج کار اور بنگلہ بھی دے گا جس سے اس کے دوست، عزیز و رشتہ دار جو اس تقریب میں شریک ہوں گے یقیناً اس کی ہمسری کرنے کی کوشش کریں گے۔

ہمارے معاشرے میں اس بُرائی کے خلاف جہاد کرنے والے لوگ انگلیوں پر گنے جا سکتے ہیں۔ بہت سے لوگ ایسے ہیں جو ظاہر طور پر اس کے خلاف ہین ایک طبقہ ایسا ہے جو جہیز کے خلاف لمبی چوڑی تقریر کرتا ہے جہیز کو لعنت کہتا ہے لیکن اس وقت تک جب تک بیٹی کا معاملہ ہوتا ہے جب بیٹے کی باری آتی ہے تو آنکھیں ماتھے پر چلی جاتی ہیں مختلف فقرے سناتے ہیں کہ ہم نے بیٹے کو لکھایا پڑھایا، ڈاکٹر انجینئر بنایا اس کو بیرون ملک تعلیم دلوائی کیا اس لئے کہ اسے کسی کنگال کا داماد بنایا جائے۔ نہیں بلکہ اس لئے کہ چاند سی بہو گھر میں لائیں اس کے ساتھ ہی لڑکی والوں کے ہاتھ میں جہیز کی لمبی لسٹ پکڑا دی جاتی ہے۔

ایک دوسری قسم کا طبقہ وہ ہے جو رشتہ کرتے ہوئے کہتا ہے کہ ''اجی ہمیں تو صرف بیٹی چاہیے باقی تو اللہ کا دیا ہوا سب کچھ ہے بس دو کپڑوں میں ہمیں بیٹی دے دو''۔

والدین خوش ہوتے ہیں کہ چلو مادہ پرستی کے اس دور میں بھی کسی کو کسی کا خیال ہے لیکن جب بہو گھر آجاتی ہے تو ساس ''ساس'' بن

کر دکھاتی ہے طعن و تشنیع کرتی ہے۔ "باپ نے تو بس بوجھ سر سے اتارا ہے ایک ٹی وی تک نہ دے سکا ارے ہمارے تو نصیب ہی خراب تھے جو اس کنجوس کنگال گھرانے سے واسطہ پڑھ گیا"۔ بعض اوقات اخبار میں ایک چھوٹی سی خبر آتی ہے کہ مسمات فلاں بیگم چولھا پھٹنے سے جھلس گئی بعد ازاں زخموں کی تاب نہ لا کر چل بسی اس طرح یہ بُرائی (جہیز) قتل سے سنگین جرم کا ارتکاب کراتی ہے۔ یاد رہے کہ جیسا پہلے مذکور ہو چکا ہے کہ جہیز "خالصتاً ہندووانہ رسم" ہے۔ ہم ہندو قوم سے نجات پا چکے ہیں لیکن ۵۳ سال گزرنے کے باوجود آج بھی ان کے رسوم و رواج اور فیشن کے ہم دلدادہ ہیں۔

برصغیر میں صدیوں اکٹھا رہنے سے مسلمانوں نے ہندوؤں کے کچھ رواج قبول کر لئے ہیں اور ہم آج بھی ہندوؤں کی رسم جہیز سے چھٹکارا نہیں پا سکے۔ جہیز اس وقت ایک متعدد بیماری کی صورت اختیار کر چکا ہے جو کسی صورت ختم نہیں ہو رہی ہر کوئی سوچتا ہے کہ اپنی ناک کے لئے حیثیت سے بڑھ کر جہیز دے نہ کہ چادر دیکھ کر پاؤں پھیلائے جائیں۔ غریب ماں باپ جو ٹرک بھر کر جہیز نہیں دے سکتے اپنی بیٹیوں کی جوانیوں کو بڑھاپے کی دہلیز پر دستک دیتے دیکھ کر روزانہ جیتے اور مرتے ہیں۔

جہیز پر پابندی.........چند تجاویز

احمد کمال نظامی، فیصل آباد

دراصل جہیز کی صرف نمائش پر پابندی لگ سکتی ہے۔ ہمارے ہاں جہیز کی ایک حد مقرر کر کے دولہا اور دلہن کے والدین اور سرپرستوں سے اگر قرآن پاک پر حلف لیا جائے وہ مقرر حد سے زیادہ جہیز نہ تو دیں گے اور نہ لیں گے تو شاید اس سے کچھ نتائج مثبت صورت میں سامنے آسکیں۔ حکومت کا جہیز پر پابندی یا اس کی حد مقرر کرنے کا فیصلہ انتہائی قابل تحسین ہے۔ کم از کم جہیز کی نمائش پر تو پابندی لگ ہی سکے گی۔ ہمارے ہاں ایک بیٹی کو ماں باپ کا گھر چھوڑنے اور ایک بیوی کو اپنا شوہر حاصل کرنے کے لئے جہیز کی ضرورت ہے۔ اس جہیز میں والدین کی دعائیں نہیں بلکہ ٹی وی، فریج، وی سی آر، مکان و گاڑی شامل ہوتی ہے اکثر اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ غریب لڑکی اپنا جہیز بنانے کے لئے خود گھر سے نکل کھڑی ہوتی ہے۔ دن رات محنت کرتی ہے مگر جب جہیز بنتا ہے تو اس کی جوانی اس کا ساتھ چھوڑ چکی ہوتی ہے اور وہ اپنی حسرتوں کو سینے میں دبائے اپنے ناتواں وجود سفید بالوں اور جھریوں والے چہرے کے ساتھ اپنے والدین کے گھر میں باقی زندگی بھی گزار دیتی ہے اور سوچ لیتی ہے کہ آرام و آسائش اس کا مقدر نہیں ہے آرام و آسائش صرف ایسے افراد کی بیٹیوں کا مقدر ہے جو انہیں سونے چاندی میں تول دینے کی حد تک متمول اور کھاتے پیتے ہیں۔

سفید پوش طبقے کی لڑکی کے دل میں جب دلہن بننے کی آرزو کروٹ لیتی ہے اسے کسی اچھے رشتے کا انتظار ہوتا ہے وہ رشتہ نہیں آتا۔ اکثر و بیشتر رشتے دیکھنے کے لئے آنے والے اس ناکردہ گناہ کی پاداش میں مسترد کر دیتے ہیں کہ اس کے والدین جہیز میں دلہا والوں کی فرمائش پوری کرنے کی ہمت نہیں ہوتی۔ غریب کی بیٹی دراصل وہ عورت ہے جو کفن تو پہن سکتی ہے عروسی جوڑا نہیں۔

اس لڑکی کی مختصر داستان یہ ہے کہ وہ آرزوئیں لے کر پیدا ہوتی ہے اور حسرتیں لے کر مر جاتی ہے۔ جہیز کی لعنت کے نتیجے میں ہمارے ہاں بہت سی شادیاں ٹوٹ چکی ہیں، ٹوٹ رہی ہیں بلکہ بہت سی دلہنوں کو جان سے ہاتھ دھونے پڑے ہیں۔ ان کو تشدد کا نشانہ بھی بننا پڑا ہے۔ اس کے والدین کو بلیک میل کیا جاتا ہے۔ اب اگر حکومت نے جہیز پر پابندی لگانے کا فیصلہ کیا ہے تو اسے اس امر کی یقین دہانی بھی کرانی چاہیے کہ جہیز چور دروازے سے دلہن والوں کے ہاں سے دولہا والوں کے گھر منتقل نہیں ہوگا اور جہیز نہ لے جانے کی پاداش میں دلہن کے سسرالی رشتہ دار اس کی زندگی اجیرن نہیں بنا دیں گے۔

جہیز پر پابندی کے لئے حکومت کو دلیرانہ اقدامات لینے ہوں گے اور دلہنوں کے والدین کو بھی حوصلے اور ہمت کے ساتھ انکار جہیز کے ساتھ اپنی بیٹیوں اور بہنوں کو رخصت کر کے حکومت کے اس جہاد میں اس کا ساتھ دینا ہوگا۔ کیا ہم سب ایسا کر سکیں گے؟ لیکن بدقسمتی سے حکومت تو تبدیل ہوگئی یہ رسم تبدیل نہیں ہوئی۔

جہیز رحمت یا زحمت

(فیروز عالم بہاری)

جہیز کا معنیٰ ہے کسی کو صرف اس کی ضرورت کا سامان دینا۔ کفن دفن کے لئے ''تجہیز و تکفین'' کا لفظ اسی لئے استعمال کیا جاتا ہے۔

مگر یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ آج کے اس ماڈرن دور میں اگر کسی رسم و رواج نے ہمارے معاشرے میں غریب و نادار اور متوسط طبقے کے لوگوں کی زندگی کو اجیرن کر رکھا ہے تو وہ بلاشبہ جہیز ہے۔

لیکن آج کے اس ترقی یافتہ دور میں جہیز کا مفہوم معکوس یہ ہے کہ لڑکا یا لڑکے کے باپ لڑکی والوں سے جبراً و قہراً اسکوٹر، کار، ٹی وی، نقدی و دیگر ضروری سامان وصول کرے، سب سے پہلے ٹی وی، کار و دیگر اشیاء کے تعین کو اولیت حاصل ہوتی ہے۔

سفا کی اور بے رحمی کا عالم تو یہ ہوتا ہے کہ لڑکے والے اپنے مطالبوں کا پلندہ لئے ہوئے یہ کبھی نہیں دیکھتے کہ ان کے گھر آنے والی

بہو کے والدین ان کے مطالبے کو پورا کرنے کے اہل بھی ہیں یا نہیں۔ آج لوگوں نے اسے حصول مال کا ذریعہ بنا رکھا ہے۔گویا شادی اس لئے ہی کی جاتی ہے کہ مال غیر پر جبراً قبضہ جما لیا جائے۔ دل سے سوچنے اور گریبانوں میں منہ ڈال کر فکر کرنے کا مقام ہے۔ بالخصوص جہیز کے ان حریصوں کو جو مانگ کر جہیز لینے سے باز نہیں آتے وہ روز محشر کے اس ہولناک، کرب انگیز دن اور قبر کی تباہ کن ظلمت و تاریکی کا فکری جائزہ لیں جس دن یہی جبراً اور قہراً لیا گیا جہیز ان کے لئے باعث ذلت و رسوائی اور عذاب الیم کا سبب بنے گا۔

کیونکہ جہیز لینا اگر ضروری ہوتا اور شریعت اسلامیہ اسے لازم قرار دیتی تو خود بانی اسلامیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام بغیر جہیز کے نکاح نہ کرتے جب کہ اہم روایتوں سے ثابت ہے کہ نبی دو جہاں نے اپنی کسی بھی رفیقہ حیات رضی اللہ عنہا سے کچھ بھی جہیز نہیں لیا۔ کسی پر ظلم وستم کرنا خداوند تعالیٰ کے نزدیک انتہائی ناپسندیدہ اور مکروہ فعل ہے اور ظالم پر اللہ رب العزت کی کبھی رحمت نہیں ہوا کرتی اور بلاشبہ جو حضرات جہیز مانگ کر لیتے ہیں اپنی رفیقہ حیات اور ان کے والدین پر ظلم عظیم کرتے ہیں وہ کبھی اللہ کی رحمت کے مستحق نہیں ہو سکتے۔

حالات شاہد ہیں اور مرور ایام اس بات کی اچھی طرح اثبات دہی کرتا ہے کہ جہیز کے معاملے میں ظلم و استبداد کرنے والے دنیا ہی میں

بری طرح تباہ برباد اور ذلیل وخوار ہو گئے اور اس قدر ذلت و رسوائی کے غارعمیق میں جا گرے کہ کسی کے سامنے چہرہ دکھانے کے لائق بھی نہیں رہے یہ جبراً جہیز وصول کرنے کا ہی نتیجہ ہے کہ آج عورتیں اپنے شوہر کی خدمت و اطاعت سے گریزاں اور ان کا احترام و اکرام بجا لانے سے لاشعور ہیں۔

چلتے چلتے اس مقام پر یہ بھی تحریر کر دینا بجا اور مناسب ہو گا کہ جہیز کے معاملہ میں قصور وار صرف لڑکے والے ہی نہیں بلکہ خود لڑکی والے بھی شامل ہیں اور یہ وہ دولت و ثروت والے لوگ ہیں جو نام وری اور نمائش کے نشے میں لاکھوں کروڑوں کی اشیاء جہیز میں دیتے ہیں جو نمائش ایک غریب اور متوسط طبقے کے آدمی کو یہ سوچنے پر مجبور کر دیتی ہے کہ اگر وہ اپنی بچی کی شادی میں زیادہ سے زیادہ سامان نہ دے گا تو معاشرے اور برادری میں اس کی ناک کٹ جائے گی اور سوچنے کا یہ انداز لوگوں کو رسمی اور نمائش کے کاموں پر ابھارتا ہے جس کے نتیجے میں بعض لوگ حیثیت نہ رکھنے کے باوجود جہیز کا وافر سامان فراہم کرنے کے لئے قرض لینے اور دست درازی پر مجبور ہو جاتے ہیں اور ستم بالائے ستم یہ کہ شادی کی تقریب میں کیا امیر کیا غریب سب ہی یکساں طور پر جہیز کی ''باقاعدہ نمائش'' کرتے ہیں اور لوگوں کو بلا بلا کر دکھاتے ہیں تا کہ ان کو خوب داد ملے اور لوگ ان کی عظمت کا لوہا مانیں۔ یہ محض ان کی

سفاہت اور ناعقلی ہے۔ کیونکہ نبی اکرم علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ جس نکاح میں جتنا کم خرچ کیا جائے وہ اتنا ہی خیر و برکت کا باعث ہو گا۔ اب اس فرمان رسول علیہ السلام کی روشنی میں وہ حضرات جو اپنی شان وشوکت اور عظمت و برتری کے لئے بے جا فضول اہتمام اور تزک واحتشام کے ساتھ نازیبا حرکات انجام دیتے ہیں خود سوچیں اور ٹھنڈے دل سے فیصلہ کریں کہ وہ یہ سب نمائش اور فضول خرچی کر کے اجر وثواب کے مستحق بن رہے ہیں یا عتاب وعقاب کے۔ اور وہ اپنی بیٹی کے نکاح کو خیر و برکت کا باعث بنا رہے ہیں یا ہلاکت خیز بربادی کا۔ مجھے یہ کہنے میں مطلق تامل نہیں کہ جہیز لینے اور دینے کے اسی طرز فکر نے ان گنت گھروں کا سکون وچین چھین رکھا ہے۔

اور بے شمار لڑکیاں جنہیں اللہ کے پیارے رسول نے رحمت سے ملقب کیا ہے انہیں جہیز کی چکی میں پیس کر ان کے والدین بلکہ دنیا کے لئے زحمت بنا دیا ہے۔ اور وہ اپنے والدین کی دہلیز پر اپنے شباب کو لئے بہاروں کی منتظر ہیں مگر حالات کی ستم ظریفی نے پژمردگی، مایوسی اور خزاں کو ان کا مقدر بنا دیا ہے۔ خدا ہی خیر کرے، جہیز کے اس غلط اور خلاف سنت استعمال سے آج ہمارے ملک میں معاشرتی و معاشی نظام میں کرپشن داخل ہو گیا ہے جس کی وجہ سے کچھ ایسے بھی دوسرے معاشرتی مسائل پیدا ہوتے جا رہے ہیں کہ اگر جہیز کے اس غلط لین دین

کا سد باب نہ ہوا تو یقیناً یہ چنگاری شعلہ بن کر ابھرے گی۔ ملک کے دانشوروں، سیاستدانوں بلکہ ہر فرد کو اس بیماری کے دور کرنے کے لئے غور وفکر کی ضرورت ہے۔

آج ضرورت ہے اس بات کی کہ معاشرے سے جہیز کی ہلاکت خیز آفرینیوں کو جڑ سے اکھاڑ پھینکا جائے اور جہیز لینے اور دینے والوں کا بائیکاٹ کیا جائے۔ ان کے گھروں سے صلہ رحمی اور خاطر داری کا رشتہ منقطع کرلیا جائے اور جس نکاح میں جہیز کی مانگ اور اس کی نمائش کی جائے اس نکاح میں ہرگز ہرگز شرکت نہ کی جائے اور نہ ہی ایسے نکاحوں میں مولوی حضرات نکاح خوانی کے لئے جائیں میں سمجھتا ہوں کہ اگر ان ہی چند مذکورہ بالا امور کو زیر نظر اور زیر عمل رکھا جائے اور لوگ اس پر چلنے کی کوشش کریں تو وہ دن دور نہیں کہ ہمارے اسلامی معاشرہ سے جہیز کی یہ تباہ کن رسم دور ہو جائے اور ہماری نورانی پیشانیوں سے جہیز لین دین کے غلط طرز فکر کی سیاہ کلنک کوسوں دور نظر آئے اور جہیز کی عفریت کا تیزی سے بڑھتا ہوا سلسلہ خش و خاشاک اور منہدم و معدود ہو جائے۔

رب قدیر ہمارے معاشرے کو جہیز کی تباہیوں سے محفوظ و مامون رکھے اور ہم سب کو سیدھے راستے پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

(آمین)

مسلم معاشرے میں غیر اسلامی رسمیں

حضرت مولانا امام اختر مصباحی، بھارت

شادیوں میں اس وقت جس قدر تصنع، دکھاوا اور اسراف ہونے لگا ہے، وہ قابلِ توجہ اور لائقِ اصلاح ہے، اسلام نے ہمیں اس معاملہ میں جس قدر سادگی کا حکم دیا ہے، اسی قدر تکلف کا رواج بڑھتا جا رہا ہے اور مال و دولت اتنے ضائع ہو رہے ہیں، جس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا ہے، شادی کی تقریبات، سجاوٹ اور ڈیکوریشن میں ہزاروں اور لاکھوں روپے بڑی بے دردی سے پانی کی طرح بہا دیتے ہیں اور اس کو اپنی عزت کا ذریعہ سمجھتے ہیں، اسی طرف دعوتوں میں محض نام نمود اور شہرت کی خاطر ہزاروں لوگوں کو مدعو کیا جاتا ہے اور بلا ضرورت طرح طرح کے قیمتی کھانے پکوائے جاتے ہیں، یہ فضول خرچی اور اسراف ہے جو شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نہایت ہی مذموم ہے، ارشاد ربانی ہے:

وَّكُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ ۝

(سورۂ اعراف، آیت 31)

ترجمہ: کھاؤ اور پیو اور فضول خرچی مت کرو کیونکہ فضول خرچی کرنے والوں کو اللہ دوست نہیں رکھتا ہے۔

وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا ط اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْا اِخْوَانَ

الشَّیَاطِیْنَ○ (بنی اسرائیل)

ترجمہ: مال میں فضول خرچی مت کرو، کیونکہ فضول خرچی کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں۔

پھر خاص نکاح جیسی تقریبات میں ہمیں حضرات صحابہ کا اسوۂ حسنہ اور طریقہ پیش نظر رکھنا چاہیے۔

بے پردگی، تصویر کشی وغیرہ علاوہ ازیں تقریبات نکاح میں جو منکرات خاص طور پر دیکھنے میں آتے ہیں ان میں بے پردگی اور بے حجابی بھی ہے، اول تو اب ہمارے یہاں شرعی پردہ ہی کہاں رہا ہے؟ اور جن خاندانوں میں خوش قسمتی سے اس کا اہتمام اب بھی باقی ہے، ان میں بھی تقریبات کے موقع پر کھل کر بے پردگی کا مظاہرہ ہوتا ہے اور اسے عیب نہیں سمجھا جاتا۔ نوجوان لڑکے کھانے وغیرہ کے انتظام کے بہانے بے دھڑک شادی کے گھر میں آتے جاتے ہیں مگر افسوس ہے کہ اچھے اچھے دین دار حضرات بھی اس برائی کو برائی نہیں سمجھتے۔ دوسرے یہ کہ ان مواقع پر دولہا کو سلامی کے لئے گھروں میں بلایا جاتا ہے اور عورتیں جن میں 95 فیصد دولہا کے لئے ''غیر محرم'' ہوتی ہیں اسے گھیر لیتی ہیں، اس کے ساتھ مذاق اور دل لگی کرتی ہیں اور اس کھلی ہوئی بے غیرتی کو لازمی اور ضروری خیال کیا جاتا ہے، تف ہے اس بے حیائی پر اور ماتم ہے شرم و ناموس کی اس ذلت و رسوائی پر۔ تیسری اور سب سے

بڑی مصیبت جواب رواج پا چکی ہے۔ وہ فوٹو گرافی اور ویڈیو گرافی کی لعنت ہے جس نے شرم و حیاء کا دامن بالکل تار تار کر کے رکھ دیا ہے نوجوان لڑکے لڑکیوں کے دولہا دلہن کے ساتھ گروپ فوٹو کھینچے جاتے ہیں پھر انہیں دوستوں کو تحفہ میں دیا جاتا ہے، ویڈیو کے ذریعے ان کی فلمیں بنائی جاتی ہیں اور بے شرمی کے ساتھ ان کی نمائش ہوتی ہے۔ (العیاذ باللہ) اس حیاء سوز تصویر کشی نے اسے مزید لعنت کا مستحق بنا دیا ہے، عقد نکاح جیسی ''مسنون عبادت'' اور ''مبارک مذہبی تقریب'' میں ایسے عظیم منکرات کا ارتکاب نہایت جسارت اور بے غیرتی کی بات ہے، کاش! ہمیں اس کی سنگینی کا احساس ہو اور اس لعنت سے قوم کو بچانے کی جدوجہد کر سکیں۔ اسی طریقہ پر تقریبات میں گانے بجانے کا اہتمام اور ریکارڈنگ وغیرہ ایسی واہیات وخرافات قطعاً خلاف شرع چیزیں ہیں جو ہرگز کسی صاحب ایمان کو زیب نہیں دیتیں، اور نوجوانوں کا گانے کی دھن کے ساتھ شراب پی پی کر ناچنا اور ڈانس کرنا نہایت ہی کمینے پن اور چھچھورے پن کی ذلیل حرکتیں ہیں۔

اس سے بہر حال دور رہنا اور دوسروں کو دور رہنے کی تلقین کرنا ضروری ہے اور ساتھ ہی ان برائیوں کے سد باب کے لئے اجتماعی طور پر اور سماجی تحریک کے انداز میں مسلسل کام کرنے کی ضرورت ہے۔

تلک:

ہندوؤں کی ان بے ہودہ رسموں نے ہمارے معاشرہ میں جگہ لی ہے ، ان میں ایک نہایت رذیل اور گھٹیا رسم ''تلک'' کی ہے جس میں نہایت ہی بے غیرتی ، بے شرمی اور بے حیائی کے ساتھ لڑکے والے لڑکی والوں سے معقول رقم کے طالب ہوتے ہیں اور دنیوی ساز و سامان وغیرہ کی فرمائشوں کی تکمیل پر رشتہ موقوف رہتا ہے، اس غیر انسانی اور نامعقول رواج نے آج سینکڑوں نہیں ہزاروں مسلم بچیوں اور جوان لڑکیوں کو گھروں میں بلا شادی گھٹ گھٹ کر زندگی گزارنے پر مجبور کر دیا ہے ، کتنے ایسے غریب ماں ، باپ ہیں جن کی راتوں کی نیندیں اس فکر میں اُڑ جاتی ہیں کہ وہ کیسے اپنی عزیز بچیوں کے لئے تلک وغیرہ کا انتظام کریں اور اپنے فرض سے سبکدوشی حاصل کریں۔

تلک سے بڑھ کر لالچ ، طمع اور کمینہ پن کی کوئی مثال نہیں ہو سکتی اس رسم کا دین و شریعت سے کوئی تعلق نہیں ہے یہ سراسر ظلم ہے اور نا انصافی ہے اور اس کا نتیجہ کسی کے لئے بہتر صورت میں برآمد نہیں ہو سکتا حدیث میں آتا ہے کہ ''جو شخص کسی عورت سے مال و دولت کی بناء پر شادی کرتا ہے تو خداوند قدوس اسے محتاج و مفلس اور فقیر بنا دیتا ہے''۔

(مشکوٰۃ ، جلد ثانی)

تلک یعنی لڑکی والوں سے روپے کا مطالبہ، مسلم معاشرہ کے لئے ایک رستا ہوا ناسور ہے، اس رسم نے صرف لڑکی کے لئے ہی ذلت کے اسباب فراہم نہیں کئے بلکہ یہ پوری قوم کے ماتھے پر کلنک کا ٹیکہ ہے اسلام جیسا مقدس دین اور پاکیزہ مذہب ان خرافات کا متحمل ہرگز نہیں ہوسکتا اور نہ کسی حامل دین وشریعت سے یہ امید کی جاسکتی ہے کہ وہ اس رسم پر عمل کر کے اپنی قوم کے لئے بے عزتی کا سامان مہیا کرے گا۔

جہیز:

جہیز کے مروجہ طریقے اور اس کے اثرات کے مفاسد بھی تلک کے مفساد سے کسی طرح کم نہیں ہیں۔ لڑکے والوں کی طرف سے صراحتہً یا دلالتہً اس کا مطالبہ ہوتا ہے کہ لڑکی زیادہ سے زیادہ جہیز لے کر آئے اور اگر کم نصیبی سے لڑکی شرط کے مطابق یا خواہش کے موافق جہیز نہ لے کر آئے تو سسرال میں اس کے ساتھ سوتیلا سلوک برتا جاتا ہے، بات بات پر اسے طعنے دیئے جاتے ہیں اور گھر کے افراد کی طرف سے اس کی توہین وتذلیل کی جاتی ہے۔ کثرت جہیز اور اس کے دکھاوے کی وبا آج ہمارے معاشرہ کی پستی کی نشانی بن چکی ہے، بے شمار لڑکیاں جہیز کا انتظام نہ ہونے کی بناء پر گھروں میں بیٹھ کر عمریں گزار رہی ہیں، کتنی ہی شادیاں جہیز کی کمی کے باعث ناکام ہو چکی ہیں، اور کتنے غریب اور

متوسط طبقہ کے لوگ جہیز کی تیاری میں سودی قرضوں کے بوجھ میں دبے پڑے ہیں اور اپنی جائیدادیں اور سرمایہ جات اس قبیح رسم و رواج کی تکمیل میں گنوا چکے ہیں۔

کاش! معاشرہ کے با اثر اور باعزت لوگ اس مسئلہ کی سنگینی کا سنجیدگی سے جائزہ لیں اور خود اس ''جہیز'' کے عمل سے پرہیز کریں تاکہ دوسروں کی بھی حوصلہ افزائی ہو اور اس وبا کے اثرات کم ہو سکیں، اس سلسلہ میں اخلاص کے ساتھ جہد مسلسل کی ضرورت ہے۔

نکاح کی تقریب:

نکاح کا انعقاد شریعتِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بتائے ہوئے اصولوں کے مطابق ہونا چاہیے تاکہ دینوی و اخروی برکتوں سے مالا مال ہوا جا سکے اس بارے میں مندرجہ ذیل ہدایتوں پر عمل کیا جائے۔

(۱) ایک عمومی ضابطہ تو یہ ہے کہ پوری تقریب میں اسراف بے جا اور فضول خرچیوں سے گریز کیا جائے، ارشاد نبوی ہے: سب سے بابرکت اور باعظمت نکاح وہ ہے جس میں کم سے کم خرچ ہو۔ (مشکوٰۃ، جلد دوم)

(۲) نکاح کی مجلس علانیہ منعقد کی جائے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان عالی شان ہے، نکاح کا اعلان کرو۔

(مشکوٰۃ شریف، جلد ثانی)

خفیہ نکاح شرائط کے مطابق اگرچہ منعقد ہو جاتا ہے، لیکن اس طرح کے نکاحوں میں بہت سے مفاسد ہیں جن سے اجتناب کرنا چاہیے۔

(۳) عقد نکاح سے پہلے یا بعد، خطبۂ مسنونہ پڑھا جائے۔

(۴) بہتر یہ ہے کہ نکاح مسجد میں کیا جائے، فرمانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہے کہ نکاح مساجد میں کیا کرو۔

(مشکوٰۃ شریف، جلد ثانی)

(۵) رسم و رواج کے مطابق لمبی لمبی باراتیں لے جانا بھی شرعاً مذموم ہے، اس طریقہ کو ترک کیا جائے۔

(۶) تقریب نکاح کے دوران خاص طور پر اس کا خیال رکھا جائے کہ کوئی خلاف شرع رسم و رواج اور گناہ کا کام نہ ہو مثلاً آتش بازی اور فوٹو کھینچنا، ویڈیو فلم بنانا وغیرہ۔

(۷) نکاح کے موقع پر لڑکی والوں کی طرف سے عمومی دعوت کے اہتمام پر کوئی صحیح دلیل موجود نہیں اس لئے اسے ضروری یا مسنون نہ سمجھا جائے۔

(۸) بہتر ہے کہ اس مبارک تقریب کا انعقاد جمعہ کے دن رکھا جائے۔

(۹) دولہا کے گلے میں نوٹوں کا ہار ڈالنا یہ قبیح رسم ہے اس سے احتراز کرنا چاہیے۔

بہرحال شریعت میں نکاح تکلف و تصنع سے دور ایک سادہ عمل

ہے، جسے آج ہم نے سب سے پر تکلف بنا لیا ہے اور خود ہی اپنے لئے مشکلات کا سامان مہیا کر لیا ہے، حالانکہ اسلامی فقہ سادگی کے ساتھ نکاح کی تعریف اس طرح کرتی ہے، نکاح ایسا عقد ہے جس سے عورت سے جسمانی نفع اٹھانے کی اجازت حاصل ہو جاتی ہے۔

حضرت امام محمد رحمتہ اللہ علیہ کے پاس ایک شخص آیا اور عرض کرنے لگا کہ میں نے قسم کھائی تھی کہ اپنی بیٹی کو جہیز میں ہر چیز دوں گا۔ اب کیا کروں کہ قسم پوری ہو کیونکہ ہر چیز تو بادشاہ بھی نہیں دے سکتا۔ آپ نے فرمایا کہ تو اپنی لڑکی کو جہیز میں قرآن شریف دے دے کیونکہ قرآن شریف میں ہر چیز ہے۔

وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ط

(پارہ گیارہواں سورہ یونس کی پہلی آیت)

لہٰذا لڑکیوں اور ان کی ساس نندوں کو یاد رکھنا چاہیے کہ جس نے قرآن شریف جہیز میں دے دیا اس نے سب کچھ دے دیا کیا چکی چولہا اور دنیا کی چیز قرآن شریف سے بڑھ کر ہیں۔

حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کا نکاح

مفسر قرآن حکیم الامت مفتی احمد یار نعیمی رحمتہ اللہ علیہ

گوشِ دل سے مومنو سن لو ذرا — ہے یہ قصہ فاطمہ کے عقد کا

پندرہ سالہ تھی نبی کی لاڈلی — اور تھی بائیس سال عمر علیؓ

عقد کا پیغام حیدر نے دیا — مصطفیٰ نے مرحبا اھلا کہا

پیر کا دن سترہ تھی ماہ رجب — دوسرا سن ہجرت شاہ عرب

پھر مدینہ میں ہوا اعلان عام — ظہر کے وقت آئیں سارے خاص و عام

اس خبر سے شور برپا ہو گیا — کوچہ و بازار میں غل سا مچا

آج ہے مولیٰ کی دختر کا نکاح — آج ہے اس نیک اختر کا نکاح

آج ہے اس پاک و بچی کا نکاح — آج ہے بے ماں کی بچی کا نکاح

خیر سے جب وقت آیا ظہر کا — مسجد نبوی میں مجمع ہو گیا

ایک جانب میں ابوبکر و عمر — اک طرف عثمان بھی ہیں جلوہ گر

ہر طرف اصحاب اور انصار ہیں — درمیان میں احمد مختار ہیں

سامنے نوشہ علی مرتضےٰ
حیدر کرار شاہ لافتی

آج گویا عرش آیا ہے اتر
یا کہ قدسی آ گئے ہیں فرش پر

جمع جب یہ سارا مجمع ہو گیا
سید الکونین نے خطبہ پڑھا

جب ہوئے خطبے سے فارغ مصطفےٰ
عقد زہرا کا علی سے کر دیا

چار سو مثقال چاندی مہر تھا
وزن جس کا ڈیڑھ سو تولہ ہوا

بعد میں خرمے لٹائے لا کلام
ماسواء اس کے نہ تھا کوئی طعام

ان کے حق میں پھر دعائے خیر کی
اور ہر اک نے مبارکباد دی

گھر سے رخصت جس گھڑی زہرا ہوئیں
والدہ کی یاد میں رونے لگیں

دی تسلی احمد مختار نے
اور فرمایا شہِ ابرار نے

فاطمہ ہر طرح سے بالا ہو تم
میکہ و سسرال میں اعلیٰ ہو تم

باپ تیرا ہے امام الانبیاء
اور شوہر اولیاء کے پیشوا

ماہِ ذی الحجہ میں جب رخصت ہوئی
تب علی کے گھر میں ایک دعوت ہوئی

جس میں تھیں دس سیر جو کی روٹیاں
کچھ پنیر اور تھوڑے خرمے بے گماں

اس ضیافت کا ولیمہ نام ہے
اور یہ دعوت سنت اسلام ہے

سب کو ان کی راہ چلنا چاہیے
اور بُری رسموں سے بچنا چاہیے

طرز کلام اور ہے.................

ماہر اقبالیات، معروف نعت نگار، سینئر صحافی
حضرت صاحبزادہ سعید بدر قادری حفظہ اللہ تعالیٰ

برِّعظیم پاکستان و ہند میں جہیز کی قبیح ترین رسم پوری شدت کے ساتھ جاری و ساری ہے جس نے متوسط اور غریب گھرانوں کی زندگی حرام کر دی ہے۔

سینکڑوں، ہزاروں بچیاں جہیز نہ ہونے کی وجہ سے شادی جیسی لازمی سنت نبوی پر عمل پیرا ہونے سے مجبور ہیں اور ان کے والدین پریشان و حیران ہیں۔

اسی طرح ہزاروں بلکہ لاکھوں کی تعداد میں ایسی خواتین بھی موجود ہیں جن کی شادیاں تو طوعاً و کرہاً والدین نے کر دیں لیکن سسرال والوں کی طرف سے جہیز نہ لانے کے طعنوں نے ان کی زندگی اجیرن کر دی۔

بے شمار ایسی خواتین بھی پریشان حالی اور بیکسی کی زندگی بسر کر رہی ہیں جن کو بھاری بھر کم جہیز نہ لانے کی وجہ سے خاوندوں اور ساسوں نے گھروں ہی سے نکال باہر کیا اور وہ کس مپرسی کے عالم میں بعض

اوقات بچوں سے دور رہنے پر مجبور اور بسا اوقات بچوں کو پالنے کے لئے محنت، مزدوری کی تلاش میں در، در بھٹک رہی ہیں اور کوئی ان کی فریاد سننے والا نہیں۔

ایسے عالم میں جبکہ جنسی درندوں سے دنیا بھری پڑی ہے۔ اسی عورتیں کہاں جائیں؟ کس سے فریاد کریں؟

ان کے مقابلہ میں اہل دولت، اہل زر اور اہل حشمت شادی، بیاہ کے موقعوں پر منگنی، تیل مہندی جیسی تقریبات پر مہنگے ہوٹلوں اور شادی ہالز میں شاندارت تقریبات منعقد کرتے اور پیسہ پانی کی طرح بہاتے ہیں۔

جہیز میں اپنی لاڈلی بیٹیوں کو یورپ اور امریکہ سے درآمد شدہ قیمتی اور گراں تریں سامانِ آرائش و زیبائش پیش کرتے ہیں۔ اگر جائز ذرائع سے یہ سامان نہ منگوا سکیں تو وہ سمگلنگ کے ذریعے سامان تعیش منگوانے کی صلاحیت بھی رکھتے ہیں۔

ایسے لوگ اپنی صاحبزادیوں کو نہ صرف بیش قیمت کپڑے فرنیچر اور دیگر گھریلو سامان کئی ٹرک بھر کر دیتے ہیں بلکہ کاریں اور آراستہ و پیراستہ کوٹھیاں بھی نذر کرتے ہیں۔ لاکھوں کروڑوں کے شیئرز دیئے جاتے ہیں اور پھر ان سب کی نمود و نمائش اسی انداز سے کی جاتی ہے کہ غربت و افلاس سے دوچار لوگ دیکھتے ہیں تو ان کے دل جلتے ہیں اور

دلوں سے آہیں نکلتی ہیں۔

اس افراط وتفریط نے معاشرتی وسماجی نظام کو تہس نہس کر کے رکھ دیا ہے۔ اخلاقی اقدار دم ہی نہیں توڑ گئی ہیں بلکہ اب ختم ہو رہی ہیں طبقاتی کشمکش نے جنم لیا ہے اور وہ بڑھتی ہی جا رہی ہے۔ انجام کار چوریاں، ڈکیتیاں، چھینا جھپٹی، ماردھاڑ اور قتل و غارت عام ہے۔

امراء کے نونہالوں کے اغوا کی وارداتیں بڑھ گئی ہیں۔ محروم طبقہ کے بدمعاش افراد اہل ثروت کا کمسن بچہ اغوا کر کے ٹیلی فون پر مطالبہ کرتے ہیں کہ اتنے لاکھ یا کروڑ روپے دے دو اور بچہ لے جاؤ، ورنہ اس کی لاش ملے گی۔ کچھ لوگ تو مُک مکا کر کے بچہ چھڑا لیتے ہیں اور کچھ چالاکی و ہشیاری سے کام لے کر خفیہ طور پر پولیس کی امداد حاصل کر لیتے ہیں۔ ایسے واقعات میں بعض اوقات رقم بھی جاتی ہے اور بچے کی لاش کسی ویرانے میں ملتی ہے۔

اسلام میں جہیز جیسی قبیح رسم کا کہیں وجود نہیں۔ ہمارے لیے رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات مبارک بہترین نمونہ ہیں، ان کا اسوۂ حسنہ بہترین مثال ہے۔

تاریخ شاہد ہے اور احادیث اور روایات گواہ ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین شہزادیوں کی شادیاں کیں کسی کو جہیز نہ دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے متعدد شادیاں کیں لیکن کہیں سے بھی

جہیز کا ایک تنکہ لینے کی مثال نہیں ملتی۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی نورِ چشم تھیں، ان کی شادی پر جہیز کی کوئی روایت نہیں ملتی۔ اسی طرح حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی بیٹی حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے رشتہ ازدواج قائم ہوا لیکن حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی جانب سے کسی جہیز کے نام پر سامان، کپڑے یا فرنیچر دینے کی روایت نہیں ملتی۔

لے دے کے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی مثال رہ جاتی ہے۔ اس میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنی جیب سے کچھ نہ دیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے زرہ فروخت کرائی اور اس سے کچھ خوشبو اور کچھ سامان خریدا، بعض مؤرخین نے یہاں غلطی سے اس کو "سامان جہیز" لکھ دیا ہے۔

حالانکہ اصل صورت حال یہ تھی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے والد گرامی ابوطالب کی وفات کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زیر کفالت تھے اور آپ ہی کے گھر میں رہائش پذیر تھے۔ رسول کریم ورحیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جہاں حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے والد گرامی تھے، وہاں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے فرسٹ کزن، کفیل اور سرپرست بھی تھے۔ شادی کے بعد لامحالہ انہیں

الگ رہنا تھا، اس لئے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے زرہ فروخت کرا کے ''گھرداری'' کے لئے ضروری سامان خریدا گیا جس میں ایک چارپائی، مشکیزہ، گھڑا، چکی، لوٹا، گرم چادر، لکڑی کا پیالہ اور چمڑے کی توشک شامل تھی اس سامان کے لئے حدیث اور تاریخ کی کتابوں میں ''اثاث البیت'' کا لفظ آیا ہے۔

حضرت سعید بن مسیب کی سنہری مثال موجود ہے۔ جس میں انہوں نے خلیفہ وقت کی پیشکش ٹھکرا دی۔ خلیفہ عبدالملک بن مروان نے اپنے بیٹے ولید کے لئے رشتہ مانگا، آپ کو بے پناہ انعام و اکرام دینے کے علاوہ ایک صوبے کی گورنری پیش کی لیکن آپ نے صاف انکار کر دیا اور بیٹی کی شادی اپنے ایک شاگرد ابو وداع سے کر دی جس کے پاس ایک وقت کا کھانا بھی موجود نہ تھا لیکن وہ علم دین کی دولت سے مالا مال تھا۔

وقت کا تقاضہ ہے کہ ایسے مضامین لکھے جائیں جن سے امت مسلمہ میں موجود معاشرتی، اخلاقی اور برائیوں کا انسداد ہو سکے۔ یہ کام اسی صورت میں ممکن ہے جب عامتہ الناس کو تاریخی شواہد کی روشنی میں بتایا اور سمجھایا جائے کہ اس سلسلہ میں ہمارے عظیم الشان پیغمبر اور جلیل القدر مصلح حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کیا فرمان رہا ہے اور کیا سنت موجود ہے؟ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے کیا کیا؟ اور ان کے بعد آنے والے تابعین اور تبع تابعین کا کیا شعار رہا ہے؟ علامہ

اقبال نے کہا ہے:

خوب ہے تجھ کو شعارِ صاحب یثرب کا پاس
کہہ رہی ہے زندگی تیری کہ تو مسلم نہیں
جس سے تیرے حلقۂ خاتم میں گردوں تھا اسیر
اے مسلماں! تیری قسمت نے گنوایا وہ نگیں

اور پھر فارسی زبان میں فرماتے ہیں:

گر تومی خواہی مسلماں زیستن
نیست ممکن جز بہ قرآن زیستن

یعنی اگر تو مسلماں ہو کرِ جینا چاہتا ہے تو یہ قرآن پر عمل کرنے کے بغیر ممکن نہیں۔

از تلاوت برتو حق دارد کتاب
تو ازو کامے کہ می خواہی بیاب

یعنی تلاوت قرآن حکیم سے قرآن کو تجھ پر یہ حق حاصل ہو جاتا ہے کہ پھر تو جو کام اور مقصد بھی حاصل کرنا چاہے، قرآن پاک سے حاصل کرے۔

گویا قرآن حکیم اور اسوۂ حسنہ سے دوری نے ہمیں اقوام عالم میں ذلیل و رسوا کر کے رکھدیا ہے، ہم نے ''مکہ'' اور ''مدینہ'' کو مرکز تسلیم کرنے کی بجائے ''لندن'' اور ''نیو یارک'' کو قبلہ و کعبہ بنا لیا ہے۔

جس کی وجہ سے ہم کوے کی طرح نہ ہنس کی چال چل سکے اور نہ کوے کی۔ یہی وجہ ہے کہ ہم بظاہر روشنی میں ہیں لیکن تہذیب مغرب کی روشنی کی چکا چوند نے ہمیں اندھا کر دیا ہے اور اب حال یہ ہے کہ:

نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم

نہ اِدھر کے رہے نہ اُدھر کے رہے

اب بھی وقت ہے کہ ہم "احساس زیاں" کی دولت حاصل کریں اور اسی نبی اُمی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات کی طرف لوٹ آئیں جن پر عمل کر کے عرب کے بادیہ نشیں، مشرق ومغرب کے تاجدار بن گئے تھے۔

قوی امید ہے کہ ہمارے مسلمان بھائی اور بہنیں جہیز کی اس لعنت کا سوشل بائیکاٹ کریں گے اور اپنے دیگر اعزہ و اقارب اور حلقہ احباب کو اس جانب راغب کریں گے۔

اوروں کا ہے پیام اور میرا پیام اور ہے

عشق کے درد مند کا طرز کلام اور ہے

جہیز جہنم کے انگارے

محمود خالد مسلم

برصغیر میں بزرگانِ دین اور اولیائے کرام کی تبلیغی کاوشوں کے نتیجے میں جب لوگ ہندو مذہب کو چھوڑ کر حلقہ بگوش اسلام ہوئے تو ان کے لئے ہندوآنہ معاشرتی رسم ورواج کو یکلخت خیر باد کہہ دینا سہل نہ تھا، جو لوگ دائرہ اسلام میں داخل ہوئے انہوں نے اپنے بھائی بند، عزیز واقارب اور احباب سے جو ابھی اسلام نہ لائے تھے باہمی ربط اور میل جول بدستور قائم رکھا اور وہ اپنی برادری سے قطع تعلق کے لئے آمادہ نہ ہوئے، دوسری طرف اسلامی تعلیمات سے کماحقہٗ آگاہ نہ ہونا بھی ان رسوم کو زندہ رکھنے کا باعث بنا رہا، انہی رسوم میں سے ایک جہیز بھی تھا جو بنیادی طور پر لڑکے والوں کا لڑکی والوں سے مال وزر حاصل کرنے کا ایک ہتھکنڈہ تھا، گویا لڑکے کی اہلیت اور معاشرتی مرتبہ کے مطابق معاوضہ وصول کرنے کو جہیز کا نام دے دیا گیا تھا۔

وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اللہ کے عطا کردہ نظامِ حیات سے روگردانی اور مادیت پرستی کا سلسلہ شروع ہو گیا لہٰذا معاشرے میں ان مسلمانوں کی شمولیت بھی اصلاحِ احوال نہ کر سکی جو دیگر ممالک سے آئے تھے یہ ایک فطری امر ہے کہ معاشرتی اختلاط کے نتیجے میں مختلف سماجی رسوم ایک دوسری میں ضم ہو جاتی ہیں اور اس مخلوط نظامِ معاشرت میں جو رسم مفاد پرستانہ دکھائی دے اسے مادیت پسند معاشرہ پذیرائی دے دیتا ہے، جہیز کے پس پردہ لالچ نے اس ہندوآنہ رسم کو معاشرے میں مروج رکھا اور پھر یہ

ناسور مسلمانوں کی آئندہ نسلوں تک نہ صرف منتقل ہوتا رہا بلکہ مزید پھیلتا چلا گیا، علاوہ ازیں شادی کی تقریب کے لئے لڑکی والوں کی طرف سے جہیز کے علاوہ بارات کی پر تکلف کھانوں سے تواضع کا اہتمام بھی جاری رہا یوں مالی طور پر کمزور والدین اور سرپرستوں کے لئے اپنی بچیوں کو پُرسکون ازدواجی زندگی فراہم کرنے کا فریضہ مشکل سے مشکل تر ہوتا چلا گیا اور جہیز کے نام پر لڑکے والوں کے بڑے بڑے مطالبات اور شرائط نے مصائب کا پہاڑ بن کر ان کی زندگی اجیرن کر کے رکھ دی، آج تک یہی صورتحال برقرار ہے۔

شریعت اسلامیہ میں جہیز کا عدم جواز

بعض لوگ اپنی گمراہی یا دین کے بارے میں ناقص معلومات کی بنا پر جہیز کو اسلام میں جائز سمجھتے ہیں اور جواز تراشنے کے لئے آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت مطہرہ سے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نکاح کا حوالہ دیتے ہیں، یوں اکثر اوقات لڑکے والے لڑکی والوں سے مال وصولنے کی غرض سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لئے معاشرتی ضرورت کی اشیاء مثلاً مشکیزہ چکی چادریں برتن وغیرہ اپنے پاس سے دیئے اور یہ گویا ایک قسم کا جہیز تھا، یہ ایسی غلط فہمی ہے جو بہت بڑی گمراہی کا سبب بنی ہے اور لازم ہے کہ اس کے ازالے کے لئے حقیقت کو آشکار کیا جائے۔

سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور احادیث مبارکہ کی مستند کتب میں یہ واقعہ اس طرح بیان ہوا ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے نکاح کا ارادہ کیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے دریافت فرمایا کہ تمہارے پاس کیا ہے؟ اس وقت تک حضرت علی رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زیر کفالت تھے اس لئے ان کے پاس گھرداری کا علیحدہ سے کوئی سامان نہ تھا چنانچہ انہوں نے عرض کیا کہ میرے پاس زرہ بکتر ڈھال اور تلوار یعنی سامان حرب کے سوا کچھ نہیں ہے۔

ان کے پاس کوئی پس انداز کی ہوئی رقم بھی نہیں تھی اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نقش قدم پر گامزن تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دستور یہ تھا کہ رات ہونے سے پہلے پہلے تمام زرو مال جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ہوتا مستحقین میں تقسیم فرما دیتے۔ ایک واقعہ تو مشہور ہے کہ ایک دفعہ مغرب کی نماز آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جلدی جلدی پڑھائی اور خلاف معمول فوراً حجرے میں تشریف لے گئے۔ چند لمحے بعد جب واپس آئے تو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اس کیفیت کے بارے میں اپنا تجسس عرض کیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جواب دیا کہ صبح جو مال تقسیم کیا گیا تھا اس میں سے سونے کی ایک ڈلی میرے پاس باقی رہ گئی تھی جسے میں رات ہونے سے پہلے پہلے کسی مستحق کے حوالے کر دینا چاہتا تھا اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مال وزر کو بچا کر رکھنا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مزاج کے خلاف تھا بلکہ یہاں تک منقول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر میں بسا اوقات فاقہ آ جاتا تھا لیکن دولت کو بچا بچا کر رکھنا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گوارا نہ تھا اور حضرت علی رضی

اللہ عنہ کے لئے بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسوہ حسنہ مشعل راہ تھا، یہی وجہ تھی کہ ان کے پاس پس انداز کی ہوئی کوئی رقم نہیں تھی۔

رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو زرہ فروخت کرنے کے لئے فرمایا، حضرت علی رضی اللہ عنہ تعمیل ارشاد میں زرہ لے کر بازار میں پہنچے اور نیلامی کا معاملہ شروع ہو گیا، اسی اثناء میں حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کا ادھر سے گزر ہوا، انہوں نے معاملے کو سمجھ لیا اور زرہ سب سے زیادہ قیمت پانچ سو درہم میں خرید لی، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے وہ پانچ سو درہم لا کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جھولی میں ڈال دیئے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے نکاح کے موقع پر اسی رقم سے چکی مشکیزہ اور روز مرہ زندگی کی دیگر ضروریات خرید کر انہیں دیں تا کہ اس نو آباد خاندان کو گھر گرہستی کی سہولتیں دستیاب ہوں، غرض جو کچھ بھی خرچ ہوا انہیں پانچ سو درہم سے ہی ہوا جو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے زرہ بکتر فروخت کر کے بطور حق مہر پیش کئے تھے چنانچہ یہ کہنا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیٹی کو جہیز دیا سخت گمراہ کن غلط فہمی کے سوا کچھ نہیں۔

حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے نکاح میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جو دوسری دو بیٹیاں یکے بعد دیگرے آئیں ان کے بارے میں بھی تاریخ میں ایسی کوئی بات مذکور نہیں کہ ان کے نکاح کے وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہیں کوئی رقم زیور یا سامان دیا جو جہیز کے لئے جواز بن سکتا، جملہ اخراجات حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے خود اٹھائے اسی طرح خود آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نکاح میں جتنی بھی امہات مومنین

آئیں ان میں بھی کسی کے بارے میں ایسی کوئی بات مذکور نہیں کہ وہ اپنی رخصتی کے وقت اپنے گھر سے کوئی سامان یا زیور وغیرہ اپنے ساتھ لائیں حالانکہ ان امہات المومنین میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیٹی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بھی شامل ہیں اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا مرتبہ یہ ہے کہ غزوہ تبوک کے لئے جب انفاق فی سبیل اللہ کا مطالبہ ہوا تو انہوں نے اپنا تمام اثاثہ پیش کر دیا تھا چنانچہ یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ اگر اسلام کی رو سے بیٹی کو اس کی رخصتی پر والدین کی طرف سے جہیز دینا جائز ہوتا تو وہ کبھی دریغ نہ کرتے اسی طرح خلفائے راشدین صحابہ کرام تابعین اور تبع تابعین رحمت اللہ علیہم کسی بھی ہستی کی سیرت کا عمیق نگاہی سے مطالعہ کریں اس نوع کے معاشرتی رواج کا کوئی سراغ کوئی مثال نہیں ملتی جس کو جہیز کی ابتدائی شکل قرار دیا جا سکے۔

صحیح بخاری کتاب العلم میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ایک روایت مروی ہے جس میں مذکور ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا دیکھو مجھ پر جھوٹ نہ باندھنا کیونکہ جو کوئی مجھ پر قصداً جھوٹ باندھے گا وہ دوزخ میں جائے گا اسی طرح اس سے اگلی روایت میں حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو کوئی مجھ پر جھوٹ باندھے گا وہ اپنا ٹھکانہ دوزخ میں بنا لے، ان روایات سے یہ سمجھنا مشکل نہیں کہ وہ لوگ جو جہیز کا جواز سنت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت کرنا چاہتے ہیں کس قدر سنگین ارتکاب کر رہے ہیں۔

ملازمت پیشہ خواتین کے جہیز کے مسائل

ایسی ملازمت پیشہ خواتین جن کے نکاح وقت پر نہیں ہو پاتے انہیں اپنے روزگار اور اپنی کفالت کی فراہمی کی خاطر زندگی کی صعوبتوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے سیکورٹی پولیس فوج کی کٹھن زندگی کو مجبوراً اختار کرنا پڑتا ہے حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ قدرت نے عورت کو کمزور جسمانی ساخت عطا کی ہے اور اس کی اس جسمانی اور ذہنی بناوٹ کی مطابقت سے اس کی فطری ڈیوٹی کا دائرہ کار متعین کیا ہے اس دائرہ کار میں کہیں بھی جسمانی مشقت اور صعوبت کا گزر نہیں ہے یہ دائرہ کار یعنی گھر سنبھالنا اور نسل انسانی کی پرورش اس کی ممتا اور فطری ذہنی ساخت سے کلی مناسبت رکھتا ہے بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ ملازمت پیشہ خواتین کو اپنی چھوٹی بہنوں کے جہیز کی فراہمی کی خاطر اپنی زندگی کی خوشیاں قربان کرنا پڑ جاتی ہیں اور یوں ایک قیمتی زندگی رائیگاں ہو جاتی ہے۔

ورکنگ وومن کے استیصال کی اور بھی بہت سی مثالیں عام ہیں ایسے واقعات بھی اکثر اوقات مشاہدے میں آتے ہیں کہ کسی خاتون نے دن رات کی محنت کے بعد کچھ سرمایہ پس انداز کیا اور پھر کسی چرب زبان کے فریب میں آکر اس سے شادی کر لی، کچھ عرصہ بعد یہ بھید کھلا کہ اس کے شوہر نے تو اس سے دولت کی خاطر شادی کی ہے اور وہ اس دولت کو ہڑپ کر چکا ہے اور اب اس سے جان چھڑانا چاہتا ہے وعلیٰ ہذالقیاس، ایسی اور اس سے ملتی جلتی متعدد مثالیں آئے دن مشاہدے میں آتی رہتی ہیں کہ حریص شوہر نے اپنی حرص پوری کرنے کے بعد بیوی کو طلاق دے دی اور سادہ لوح بیوی کی زندگی اجیرن ہو

گئی، حتیٰ کہ بعض مکار لوگوں نے اس عمل کو گویا کاروبار بنا رکھا ہے یہاں غور کیا جائے تو دکھائی دے گا کہ اس تمام تر فساد کی جڑ جہیز کے چلن کو تسلیم کر لینا ہے، جب شوہر کو معلوم ہو گا کہ اس کی بیوی قانوناً جہیز لا ہی نہیں سکتی تو ایسی قبیح صورتحال پیدا نہ ہو سکے گی۔

ملازمت پیشہ شادی شدہ خواتین کی زندگی بسا اوقات اذیت کی زندہ مثال ہوتی ہے۔ شب کو بچوں کی پرورش وغیرہ اور دیگر تقاضوں کے باعث نیند پوری نہیں ہو پاتی اور دن کو ملازمت کی کٹھن ذمہ داریاں ان کے لئے ڈبل ڈیوٹی کا باعث بنتی ہیں اس کے طبی ہی نہیں نفسیاتی نتائج بھی مرتب ہوتے ہیں جس کے ردعمل میں کشیدگی پیدا ہونے کا احتمال بن جاتا ہے غرض کسی بھی پہلو سے جائزہ لیں ہم یہی دیکھتے ہیں کہ عورت سے سخت کوشی کے وہ کام لینا جو قدرت نے مرد کے لئے مقرر کیے ہیں معاشرے کا عورت پر ظلم ہے۔

جہیز کا خاتمہ کیسے ممکن ہے؟

صدیوں سے جاری کسی مہلک رسم کی کہنہ نجاست سے معاشرے کی تطہیر کا عمل جب بھی شروع ہوتا ہے یہ ایک مسلمہ قاعدہ ہے کہ قانون سازی سے اس کی ابتدا ہوتی ہے اس کے بعد اس قانون کے نفاذ کا مرحلہ پیش آتا ہے اور پھر آہستہ آہستہ عوامی نفسیات اس قانون سے ہم آہنگ ہونے لگتی ہے کیونکہ عوام الناس کو اس رسم کی ضرر رسانی سے نجات دکھائی دینے لگتی ہے، لیکن یہ تمام عمل بتدریج وقوع پذیر ہوتا ہے اور آغاز کار میں کیفیت برعکس ہوتی ہے برسہا برس سے رسوم و رواج کا عادی معاشرہ آسانی سے انہیں ترک کر دینے پر آمادہ نہیں ہوتا، لوگ چوری چھپے اس رسم کو جاری رکھتے ہیں پھر

آہستہ آہستہ ذہنیت بدلتی ہے حتیٰ کہ معاشرے میں اس رسم کی مخالفت کھلم کھلا ہونے لگتی ہے لیکن جیسا کہ عرض کیا گیا کہ اسے اس مقام تک پہنچانے کے لئے پہلے قانونی پابندی ضروری ہے اور اس پابندی کے موثر ہونے کے لئے جہیز لینا دینا قابل تعزیر جرم قرار دینا لازم ہے تا کہ اس سزا کے خوف سے عوام قانون کی پاسداری کریں اور جب اس کے ثمرات ملیں تو دل سے تسلیم کریں۔ اس حوالے سے تجویز ہے کہ جہیز لینے اور دینے کے عمل کو قابل سزا جرم قرار دیا جائے وہ جرم جس کی سزا کم از کم ایک سال قید اور ایک لاکھ روپے جرمانہ ہو، اس کی وجہ یہ ہے کہ ایسا مجرم صرف معاشرے اور قانون کا ہی مجرم نہ ہوگا بلکہ شریعت اور مذہب کا بھی مجرم ہوگا کیونکہ ہم انہیں صفحات میں مطالعہ کر چکے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر قصداً جھوٹ باندھنے والا مجرم ہے جس کی سزا جہنم ہے اور جہیز کے لئے جواز گھڑنے والا مسلمان اسی حدیث کے ذیل میں آتا ہے۔

ایک اور حدیث مبارکہ میں مسلمان مرد کو کسی عورت سے نکاح کے لئے نہایت واضح راہنمائی دی گئی ہے حدیث کا مفہوم کچھ یوں ہے کہ مرد چار خصائص میں سے کسی خصوصیت کی وجہ سے عورت سے شادی کرتا ہے ایک حسب نسب دوسرا مال تیسرا حسن اور چوتھا ایمان اس کے بعد تاکید کی گئی کہ ہمیشہ چوتھی خصوصیت یعنی ایمان والی عورت سے نکاح کرو، اگر غور سے سمجھا جائے تو صاف دکھائی دیتا ہے کہ اس حدیث مبارکہ میں اعلیٰ خاندان یا مال و دولت یعنی جہیز کی بنیاد پر بیوی کے انتخاب کو ناپسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا گیا ہے۔

مہر اور جہیز کی شرعی حیثیت

مفتی شریف الحق امجدی، مبارکپور، بھارت

آج سے چالیس پچاس سال پہلے اعظم گڑھ کے مشرقی حصہ میں انصاری برادری میں حق مہر ۲۵ روپے سکہ رائج الوقت متعین تھا۔ پھر کچھ دنوں کے بعد ۵۱ روپے ہوا، اور اب ۲۵۱ روپے ہے۔

جب مہر پچیس روپے تھا تو چاندی کے روپے کا چلن تھا، اس لئے رائج الوقت سے وہی چاندی کے روپے مراد ہوتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ تنازع کے بعد مہر مین چاندی کے پچیس روپے دیئے جاتے تھے۔

اور آج کل چاندی کے روپیوں کا چلن بند ہو گیا ہے، نوٹ یا نکل کے روپے چلتے ہیں۔ آج جب سکۂ رائج الوقت کہا جاتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ مہر ۲۵۱ روپے نوٹ ہیں۔

اب ہر شخص کے لئے لمحہ فکر یہ ہے کہ جب غربت و افلاس تھا تو مہر چاندی کے پچیس روپے تھے، جس کی قیمت نوٹوں سے اس وقت لگ بھگ پونے دو ہزار روپے ہوتے ہیں، اور آج جب کہ فراخی اور وسعت زر ہے مہر صرف ۲۵۱ روپے، یہ انتہائی نامناسب بات ہے۔ ہمارے سماج میں لڑکیاں ماں، باپ کے بس میں ہوتی ہیں، بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ مردہ بدست زندہ ہوتی ہیں تو بے جانہ ہوگا۔ وہ اپنے شادی کے معاملہ میں اف نہیں کر سکتی ہیں۔ ہمارا ماحول ایسا ہے کہ اگر بے زبان مجبور لڑکیاں اپنی شادی کے معاملہ

میں زبان کھول دیں تو گستاخ، زبان دراز وغیرہ خطابات سے نوازی جائیں گی۔ مہر ان کا حق ہے، اگر وہ ماحول کے دباؤ کی وجہ سے یا اپنی فطری حیا کی وجہ سے کچھ نہ بولیں یہ ان کی سعادت ہے۔ مگر باپ پر فرض ہے کہ وہ اپنی لڑکی کے حق کو سمجھے اور اسے پورا پورا دے۔ ہندوؤں سے سیکھ کر اب مسلمانوں میں ضرورت سے زیادہ جہیز دینے کا رواج بڑھتا جا رہا ہے۔ جس کی وجہ سے لڑکیوں کی شادی کرنا جوئے شیر لانے کے برابر ہو چکا ہے۔ لیکن مہر جو خاص اسلامی چیز ہے اور لڑکی کا حق ہے اس پر کوئی بھی غور نہیں کر رہا ہے۔ ہم عوام کی آگاہی کے لئے ازواج مطہرات اور سیدہ فاطمہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہن اجمعین کے مہر اور جہیز کی تفصیل درج کر دیتے ہیں۔ مسلمان اسے دیکھیں اور اللہ توفیق دے تو اس کے مطابق عمل کرنے کی کوشش کریں۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ازواج مطہرات اور بنات مکرمات کا مہر پانچ سو درہم سے زائد نہ تھا۔ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

ماعلمت رسول الله صلى الله عليه وآلهٖ وسلم نكح شيئا من نسائه ولا انكح شيئا من بناته علىٰ اكثر من اثنتى عشرة اوقية ○

میں نہیں جانتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بارہ اوقیہ سے زیادہ پر اپنا یا اپنی بیٹیوں کا نکاح کیا ہو۔

اس میں حضرت ام المومنین ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کا مہر ایک روایت

میں چار ہزار درہم تھا جیسا کہ ابو داؤد میں ہے اور دوسری روایت کی بنا پر چار ہزار دینار تھا جیسا مستدرک میں ہے۔ مگر ان کا مہر شاہ حبشہ نجاشی رضی اللہ عنہ نے اپنی طرف سے ادا کیا تھا۔ اور حضرت بتول زہرا رضی اللہ عنہا کا مہر اقدس چار سو مثقال چاندی تھا۔ چاندی کا وزن انگریزی چاندی والے چہرہ دار روپے سے ایک سو ساٹھ روپے ہے، جس کی قیمت آج کے سکے سے دس ہزار کے لگ بھگ ہوگی اور پانچ سو درہم کے چاندی والے چہرہ دار روپے سے ایک سو چالیس روپے بھر ہوا، جس کی قیمت موجودہ سکوں سے تقریباً نو ہزار ہوگی۔ اس کا حاصل یہ نکلا کہ ام المومنین ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے سوا اور ازواج مطہرات کا مہر آج کے سکے سے لگ بھگ نو ہزار تھا اور حضرت سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کا مہر مبارک لگ بھگ دس ہزار روپے تھا۔ ازواج مطہرات کو ان کے میکے سے جہیز کیا ملا؟۔ اس سلسلے میں مجھے اب تک کوئی تفصیل نہیں مل سکی۔

اب ہر مسلمان کے لئے لمحہ فکر یہ ہے کہ وہ مہر اور جہیز دونوں کے سلسلے میں اسلامی نظریے کو سمجھیں کہ اسلام میں مہر کی کیا حیثیت ہے اور جہیز کی کیا حیثیت ہے۔ پھر اس روایت کو بھی سن لیں کہ اس وقت حضرت علی المرتضیٰ بہت ہی تنگ دست تھے، ان کے پاس کچھ نہ تھا۔ صرف ایک زرہ تھی جو بدر کے موقع پر خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عطا فرمایا تھا۔ مگر پھر بھی وہ مہر مقرر ہوا اور آج لڑکی کسی حیثیت کی ہو لڑکا کسی بھی حیثیت کا ہو مہر وہی ۲۵۱ روپے۔ یہ اپنی بچیوں پر ظلم ہے۔ تمام ذمہ دار ذی اثر مسلمانوں

سے اپیل ہے کہ وہ لڑکیوں کے مہر کے معاملے میں غور وخوض باہمی رائے مشورہ کے بعد ایسی مقدار مقرر کریں جو مناسب ہو، جس میں لڑکیوں کی حق تلفی نہ ہو۔ میری ذاتی رائے یہ ہے کہ اب پنچایتی طور پر مہر کی مقدار کم از کم دو ہزار کر دی جائے اور یہ ہرگز زیادہ نہیں۔ گزر چکا کہ چالیس پچاس سال پہلے پنچایتی طور پر مہر پچیس روپے چاندی تھا۔ جس کی قیمت لگ بھگ پونے دو ہزار ہوتی ہے۔ وہ عسرت اور تنگ دستی کا زمانہ تھا اس لحاظ سے دو ہزار مہر زائد نہیں۔

دوسری نہایت اہم گزارش یہ ہے ہر شخص جانتا ہے کہ رواج کے مطابق جہیز کا انتظام نہ ہونے کی وجہ سے رشتے لگنے کے باوجود لڑکیوں کی شادی نہیں ہو پاتی ہے۔ بسا اوقات رشتہ ختم کرنا پڑتا ہے۔ اگر مشترکہ طور پر جہیز پر پابندی لگا دی جائے تو زیادہ بہتر ہوگا۔

جہیز کی مقدار طے کرنا، شادی طے کرتے وقت جہیز کا مطالبہ کرنا، یا شادی کے وقت مطالبہ کرنا، یا شادی ہو جانے کے بعد جہیز کا مطالبہ کرنا یہ سب حرام ہے۔ اور یہ رشوت مانگنا ہے جو مال لیا، مال حرام لیا، رشوت لیا، فرض ہے کہ اسے واپس کرے۔ اس کو استعمال میں لانا حرام ہے۔

شامی کتاب الہبۃ میں ہے:

جعلت المال علی نفسها عوضا عن النکاح وفی النکاح العوض لا یکون علی المراۃ ○ (ج۵،ص۷۰۱)

عورت جو مال اپنے نکاح کے عوض دے وہ باطل ہے، نکاح میں

عوض عورت پر نہیں۔

عورت دے یا اس کے ماں باپ بھائی دیں سب ایک حکم میں ہے۔ کتب فقہ کی یہ تصریح کہ نکاح میں عوض عورت کے ذمہ نہیں سب کو شامل ہے۔ ہماری شریعت نے نکاح میں عوض مرد کے ذمہ رکھا ہے حتیٰ کہ اگر مرد و عورت نے بغیر مہر مقرر کیے نکاح کیا جب بھی مہر مرد پر واجب ہے بلکہ اگر یہ شرط کر دی کہ کچھ مہر نہ ہوگا جب بھی مہر مثل واجب ہے اگر نکاح کے بعد وطی یا خلوت صحیحہ ہوگئی۔ درمختار میں ہے۔

وکذا یجب مہر المثل فیما اذالم یسم مہرا او نفی ان وطی الزوج او مات عنہا اولم یتواضا علی شئی یصلح مہرا والا فذالک الشئی ہو الواجب ○ (جلد سوم: ص ۱۰۸)

اگر مہر مقرر نہیں کی یا مہر کا نام نہ لیا۔ یا مہر کی نفی کر دی تو بھی مہر مثل واجب ہے اگر شوہر نے وطی کر لی یا مر گیا۔ ہاں اگر دونوں نے رضامندی سے کوئی مقدار کسی ایسی چیز کی مقرر کر لی جو مہر ہو سکے تو وہی واجب ہے۔

عورت یا عورت کے اولیا سے مال مانگنا یہ قلب موضوع اور الٹا ہے

علاوہ ازیں کتب فقہ میں اس کی تصریح ہے کہ اگر عورت کے بھائی نے نکاح کے عوض کچھ مال مانگا تو یہ رشوت ہے اور شوہر اسے واپس لے سکتا ہے، نکاح کے عوض عورت کے اولیا کا کچھ لینا رشوت اور حرام ہے۔ جب کہ خود عورت کو شریعت نے نکاح کے عوض مہر لینے کا حق دیا ہے تو مرد کو یا مرد کے متعلقین کو کچھ لینا بدرجہ اولیٰ رشوت ہوگا۔ عالمگیری میں ہے:

خطب امراۃ فی بیت اخیھا فابی ان یدفعھا حتیٰ یدفع الیہ دراھم فدفع وتزوجھا یرجع بما دفع لانھا رشوۃ کذا فی القنیۃ○

کسی کی بہن کو نکاح کا پیغام دیا۔ بھائی نے انکار کیا کہ جب تک کچھ روپے نہیں دو گے منظور نہیں، مرد نے دیا اور نکاح کر لیا جو دیا ہے واپس لے سکتا ہے اس لئے کہ یہ رشوت ہے، ایسا ہی قنیہ میں ہے۔

(ج:۴، ص ۴۰۳)

اور درمختار وردالمختار میں ہے: اخذ اھل المراۃ شیئا عند التسلیم فللزوج ان یسترده لانہ رشوۃ ای بان ابی ان یسلمھا اخوھا او نحوہ حتیٰ یا خذشیئا وکذا لوابی ان بزوجھا فللزوج الاسترداد قائما او ھالکا لانہ رشوۃ○ (ج ۳، ص ۱۵۶)

رخصتی کے وقت لڑکی والوں نے اگر کچھ لیا ہے تو شوہر کو اسے واپس لینے کا حق ہے کیونکہ وہ رشوت ہے یعنی اگر بھائی وغیرہ نے بغیر کچھ لیے رخصت کرنے سے انکار کر دیا یا شادی سے انکار کر دیا تو شوہر کو حق حاصل ہے کہ اسے واپس لے لے چاہے وہ مال ماجود ہو چاہے ختم ہو گیا ہو اس لئے کہ یہ رشوت ہے۔ یہاں تو ایک طرح کا جبر ہے اسی میں یہاں تک تصریح ہے کہ سُسر اگر داماد سے کچھ لے وہ بخوشی دے تو وہ بھی مال حرام ہے۔

ومن السحت ما یاخذہ الصھر من الختن بطیب نفسہ○

داماد سے جو کچھ (مانگ کر) لے اگرچہ داماد بخوشی دے مال حرام ہے، تو جبر کی صورت میں بدرجہ اولیٰ حرام۔

یہ لعنت مسلمانوں نے ہندوؤں سے سیکھی۔ الناس علی دین ملوکھم لوگ اپنے بادشاہ کے طریقے پر ہوتے ہیں۔ ہندوؤں کی غلامی نے ذہنوں پر اثر کرنا شروع کر دیا ہے۔ ان کے مذہب میں تلک چڑھانے کی رسم ہے اس کی بنیاد اس پر ہے کہ چونکہ وہ لڑکی کو میراث نہیں دیتے تو لڑکی کو گھر سے نکالتے وقت اپنی حیثیت کے مطابق بھرپور جہیز و نقد تلک کے نام پر دے دیتے ہیں کہ آئندہ اب وہ باپ کے مال میں کسی طرح کی حقدار نہیں۔ اس طریقہ نے اب اتنی بھیانک صورت اختیار کر لی ہے کہ موجودہ دور میں ہندوؤں کے دانشور اس کے خلاف تحریک چلا رہے ہیں۔ ہندوؤں کی اس مردود رسم کو مسلمان اپنا رہے ہیں اور یہ نہیں سوچتے کہ جن کی مذہبی رسم تھی انہوں نے تو اس کے انجام بد سے عاجز آ کر اسے چھوڑنا شروع کر دیا اور ہم تباہ ہونے کے لئے اسے اپنا رہے ہیں۔ حالانکہ ہمارے مذہب میں اس کی کسی طرح گنجائش ہی نہیں۔ ہمارے مذہب میں لڑکی کو باپ کے مال میں سے وراثت کا حق ہے۔ وہ الگ لے گی اور شادی کے وقت جہیز کے نام سے الگ بٹورے گی۔ باپ بھائی پر لڑکی کا یہ دوہرا بار تقاضائے عقل کے خلاف ہے اور اصول فطرت اور مرد کی شان کے بھی۔ فطری اصول سے مرد عورت پر بالادستی رکھتا ہے، اس سے قوت میں زیادہ ہے اس میں کمانے کی صلاحیت زیادہ ہے، مجموعی طور پر عقل و تدبیر میں زیادہ ہے۔ عورت صنف نازک ہے۔ خلقی طور پر کمزور، اس میں کمانے کی وہ قوت نہیں جو مرد میں ہے۔ اس کے فطری عوارض اس میں مانع اور تخلیقی مقاصد حارج۔ ایام حمل و رضاعت میں کمانا

اس کے لئے دشوار بلکہ اس کو کمانے پر مجبور کرنا ظلم۔ اس لئے اسلام نے مرد کو عورت پر حاکم رکھا۔ الرجال قوامون علی النساء اور مرد پر فرض کیا کہ نکاح کے معاوضہ میں مہر دے۔ نکاح کے بعد اس کی پوری کفالت کرے اور جہیز کی لعنت اس کے بالکل برعکس ہے۔ گویا عورت نکاح کا معاوضہ دے اور اتنا دے جو مدت دراز تک مرد کو عیش کرنے کے لئے کافی ہو۔ گویا جہیز مانگنے والے اتنے بے غیرت ہوتے ہیں کہ عورت کا مال کھانے کی ہوس رکھتے ہیں۔

ردالمختار میں ہے: کل احدیعلم ان الجھاز للمراۃ ○
سب کو معلوم ہے کہ جہیز لڑکی کی ملکیت ہے۔

مگر مرد سب جہیز کو اپنی ملک سمجھتا ہے۔ نقد اڑاتا ہے اور سامان بیچ کر برباد کرتا ہے۔ یہ حرام اور بے غیرتی کی باتیں ہیں۔ مسلمانوں میں جو لوگ ذی اثر و دین دار اور قومی ملی جذبہ رکھتے ہی انہیں لازم ہے کہ اس جہیز کی لعنت کے خلاف ابھی سے صف آرا ہو جائیں، مسلمانوں میں اسے پھیلنے سے روکیں اور اس کے لئے سمجھانے بجھانے سے کام نہ چلے تو ہر ممکن سختی کریں۔ حریص لالچ بے غیرت نہ مانیں تو ان کا سوشل بائیکاٹ کریں۔ نکاح خوان علما میاں جی لوگوں کو لازم کہ جہاں معلوم ہو کہ جہیز کی عوض لڑکا خریدا گیا ہے وہاں نکاح پڑھانے نہ جائیں۔ اپنی فیس کے لالچ میں قوم کو تباہ نہ ہونے دیں۔ دس بیس ایسی پابندی ہو گئی تو امید ہے کہ ہندوؤں کی دھتکاری ہوئی یہ بلا مسلمانوں میں نہ پھیلے۔

❁❁❁

صلاح الدین سعیدی ڈائریکٹر تاریخ اسلام فاؤنڈیشن لاہور کی تصانیف

جشن عید میلاد النبی ﷺ مطبوعہ فیصل آباد جولائی 1996ء

معراج النبی ﷺ مطبوعہ ڈیرہ غازی خان ستمبر 1996ء

نعت سعیدی (حصہ اول) مطبوعہ کراچی اپریل 1986ء

نعت سعیدی (حصہ دوم) مطبوعہ لاہور جولائی 1998ء

نعت سعیدی (حصہ سوم) مطبوعہ لاہور جولائی 2002ء

بزرگان دین کا نعتیہ کلام (حصہ اول) مطبوعہ مدنی بک ڈپو 40 اردو بازار لاہور مارچ 2007ء

بزرگان دین کا نعتیہ کلام (حصہ دوم) مطبوعہ صراط مستقیم پبلی کیشنز دربار مارکیٹ لاہور جولائی 2007ء

بزرگان دین کا نعتیہ کلام (حصہ سوم) مطبوعہ قادری رضوی کتب خانہ گنج بخش روڈ لاہور فروری 2008ء

بزرگان دین کا نعتیہ کلام (حصہ چہارم، پنجم) زیر طبع ہے۔

جنوبی پنجاب میں فکر رضا کے پہلے ترجمان مطبوعہ ادارہ محمدیہ 13 ایم ای ٹی کالونی مغل پورہ لاہور ستمبر 2006ء

ایضاً دوسرا ایڈیشن مطبوعہ ادارہ محمدیہ 13 ایم ای ٹی کالونی مغل پورہ لاہور نومبر 2006ء

انتخاب حدائق بخشش اردو مطبوعہ لاہور مئی 2004ء

انتخاب حدائق بخشش اردو دوسرا ایڈیشن مطبوعہ قادری رضوی کتب خانہ گنج بخش روڈ لاہور 2005ء

بچوں کے لئے بنیادی اسلامی معلومات مطبوعہ اسلامیہ سعیدیہ لائبریری مصطفیٰ آباد لاہور دسمبر 2006ء

تاریخ و تحقیق بیبیاں پاک دامن لاہور مطبوعہ تاریخ اسلام فاؤنڈیشن لاہور فروری 2006ء

باتوں سے خوشبو آئے مطبوعہ مکتبہ نبویہ گنج بخش روڈ لاہور جون 2006ء

نظام مصطفیٰ میں جہیز کا تصور مطبوعہ ادارہ محمدیہ 13 ایم ای ٹی کالونی مغل پورہ لاہور اگست 2006ء

ایضاً دوسرا ایڈیشن مطبوعہ قادری رضوی کتب خانہ گنج بخش روڈ لاہور جون 2008ء

رشوت کی مذمت مطبوعہ ادارہ محمدیہ 13 ایم ای ٹی کالونی مغل پورہ لاہور اکتوبر 2006ء

اسلام اور اسکے تقاضے مطبوعہ شعبہ تحقیق و تصنیف الرضا لائبریری مغل پورہ لاہور ستمبر 2002ء

رسائل میلاد النبی ﷺ مطبوعہ قادری رضوی کتب خانہ گنج بخش روڈ لاہور فروری 2008ء